فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین

ماہنامہ جہلم

السنۃ

شمارہ نمبر 21

رجب ۱۴۳۱ھ، جولائی ۲۰۱۰ء

- اشعار کرنا سنت ہے۔
- کیا یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے؟
- کیا مرسل حدیث حجت ہے؟
- صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث
- انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت!
- جسم کو گود کر نشانات بنانا شرعاً حرام ہے!

مدیر

غلام مصطفےٰ ظہیر

www.ircpk.com

دار التخصص والتحقیق، جہلم، پاکستان

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

شمارہ نمبر 21 ، رجب ۱۴۳۱ھ ،الموافق جولائی ۲۰۱۰ء

کیا یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے؟	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	2
اشعار کرنا سنت ہے۔	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	8
کیا مرسل حدیث حجت ہے؟	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	13
صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنۂ انکارِ حدیث	حافظ ابو یحییٰ نور پوری	25
انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت!	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	40
جسم کو گود کر نشانات بنانا شرعاً حرام ہے!	غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری	47

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

کیا یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، جیسا کہ:

① زکوٰۃ کے متعلق عمومی دلائل سے ثابت ہے، یتیم کے بارے میں استثنیٰ ثابت نہیں ہے۔

② سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **ابتغوا بأموال اليتامى ، لا تأكلها الصّدقة .** ''تم یتیموں کے مالوں میں کاروبار کرو، کہیں ان کو زکوٰۃ ختم نہ کردے۔'' (سنن الدارقطنی : ۱/ ۱۱۰، ح : ۱۹۵٤، السنن الکبری للبیهقی : ٤/ ۱۰۷، وسندهٗ صحیحٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا إسناد صحيح .** ''یہ سند صحیح ہے۔'' (السنن الکبری للبیهقی : ٤/ ۱۰۷)

شبہ : ابنِ ترکمانی حنفی (۶۸۳۔۷۵۰ھ) نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ صحیح کیسے؟ جبکہ صحیح کے لیے سند کا متصل ہونا شرط ہے، اس کی سند متصل نہیں ہے۔

(الجوهر النقی لابن التركمانی : ٤/ ۱۰۷)

جواب : سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (دیکھیں المؤطا للامام مالك : ۱۳٤۹، وسندهٗ صحیح ، ۱٦٥۳، وسندهٗ صحیحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وأكثر أئمّتنا على أنّه قد سمع منه .**

''ہمارے اکثر ائمہ اسی موقف پر ہیں کہ انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے۔''

(المستدرك للحاكم : ۱/ ۲۱٥، طبع دار الكتب العلمية بيروت)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وصحّ سماع سعيد من عمر .**

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔''

(زوائد مختصر مسند البزار لابن حجر : ٤١٩/٢)

لہٰذا اعتراض رفع ہوا۔

③ قاسم بن محمد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: **كانت عائشة تلينى أنا وأخا لى يتيمين فى حجرها ، فكانت تخرج من أموالنا الزّكاة .**

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اور میرے ایک بھائی کی پرورش کرتی تھیں، ہم دونوں یتیم تھے، وہ ہمارے مالوں سے زکوٰۃ نکالتی تھیں۔'' (المؤطا للامام مالك : ٥٩٠، وسندهٗ صحيحٌ)

④ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے: **أنّه كان يزكّى مال اليتيم .** ''آپ یتیم کے مال سے زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔''

(الاموال لابی عبيد القاسم بن سلام : ١٣٠٨، وسندهٗ صحيحٌ)

⑤ ابوالزبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو ایسے شخص کے متعلق فرماتے ہوئے سنا، جس کے پاس یتیم کا مال ہو: **يعطى زكاته .**

''وہ اس (یتیم کے مال) کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔''

(الاموال لابی عبيد القاسم بن سلام : ١٣١٠، وسندهٗ صحيحٌ)

⑥، ⑦ مشہور تابعی مجاہد بن جبر اور عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ فرماتے ہیں: **أدّ زكاة مال اليتيم .** ''یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا کرو۔''

(الاموال لابی عبيد القاسم بن سلام : ١٣١٢، وسندهٗ صحيحٌ)

⑧ ابو یونس الحسن بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے امام طاؤس بن کیسان تابعی رحمہ اللہ سے مالِ یتیم سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا: **زكّه ، فإن لم تفعل فالإثم فى عنقك .** ''زکوٰۃ دو، ورنہ گناہ تمہارے سر ہوگا۔''

(الاموال لابی عبيد القاسم بن سلام : ١٣١٤، وسندهٗ صحيحٌ)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

⑨ امام شعبی تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فی مال الیتیم زکاۃ .**

''یتیم کے مال میں زکوٰۃ ہوگی۔'' (الاموال لابن زنجویہ : ١٤٣١، وسندہٗ صحیحٌ)

فائدہ : الاموال لابن زنجویہ (١٤٤٧) میں ہے کہ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالِ یتیم میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ قول مجالد بن سعید، جو کہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے، کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

⑩ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بارے میں آیا ہے کہ: **أنّہ کان یری فی مال الیتیم الزّکاۃ .** ''وہ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کو واجب سمجھتے تھے۔''

(الاموال لابن زنجویہ : ١٤٣٢، وسندہٗ صحیحٌ)

تلک عشرۃ کاملۃ . یہ سلف کے پورے دس اقوال ہیں، جن میں سے پانچ صحابہ کرام ہیں۔

یاد رہے کہ ائمہ ثلاثہ، یعنی امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک بھی یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے، نیز امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن الترمذی ، تحت حدیث : ٦٤١)

مانعین کے دلائل اور ان کا جائزہ

جو لوگ مالِ یتیم میں زکوٰۃ کے قائل نہیں، ان کے دلائل کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

دلیل نمبر ① : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أحص ما فی مال الیتیم من الزّکاۃ ، فإذا بلغ و آنست منہ رشدا فأخبرہ ، فإن شاء زکّی و إن شاء ترک . ''تو یتیم کے مال کا حساب لگاؤ، جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے بتا دو، وہ چاہے تو زکوٰۃ نکالے، چاہے تو رہنے دے۔''

(الاموال لابی عبید : ١٣١٥، السنن الکبری للبیھقی : ١٠٨/٤)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

تبصرہ : اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① اس میں لیث بن ابی سلیم راوی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' اور ''سیئ الحفظ'' ہے۔امام احمد بن حنبل، امام دارقطنی، امام یحییٰ بن مَعین، امام ابوحاتم الرازی، امام ابوزرعہ الرازی، امام نسائی، امام ابن عدی اور جمہور محدّثین نے اسے حدیث میں نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

اس کے بارے میں حافظ عراقی (۷۲۵۔۸۰۶) لکھتے ہیں: **ضعّفه الجمهور.**

''جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔''

(المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار : ۱۷۸/۲، تخریج احادیث الاحیاء للحداد : ۱٦٤٨)

حافظ ہیثمی لکھتے ہیں: **وضعّفه الأكثر .** ''اکثر محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے۔''

(مجمع الزوائد : ۹۰/۱، ۹۱، ۱۷۸/۲)

حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **ضعيف عند الجمهور.**

''جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔'' (البدر المنیر لابن الملقن : ۱۰٤/۲)

بوصیری کہتے ہیں: **ضعّفه الجمهور.** ''اس کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔''

(زوائد ابن ماجه : ٥٤)

حافظ ابنِ حجر نے اس کو ''ضعیف الحفظ'' کہا ہے۔(تغلیق التعلیق لابن حجر : ۳۳۷/۲)

② اس کی سند ''منقطع'' بھی ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ کا سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں: **قال الشّافعيّ في مناظرة جرت بينه وبين من خالفه ، وجوابه عن هذا الأثر مع أنّك تزعم أنّ هذا ليس بثابت عن ابن مسعود من وجهين ، أحدهما : أنّه منقطع ، وأنّ الّذي رواه ليس بحافظ .**

''امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے ایک مخالف کے درمیان ایک مناظرہ ہوا، اس اثر کے بارے میں امام صاحب کا جواب یہ تھا، باوجود اس بات کے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ سیدنا ابنِ

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

مسعود رضی اللہ عنہ سے دو وجہ سے ثابت نہیں ہے، ایک تو یہ منقطع ہے، دوسرے اس کو بیان کرنے والا (لیث بن ابی سلیم) حافظ نہیں ہے۔" (السنن الکبری للبیھقی : ٤/١٠٨، وسندہٗ صحیحٌ)

دلیل نمبر ② : سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"مالِ یتیم پر زکوٰۃ واجب نہیں، جب تک اس پر نماز واجب نہیں ہوتی۔"

(الاموال لابن زنجویه : ١٤٣٥، سنن الدارقطنی : ٢/١١١، ح : ١٩٦٢)

تبصرہ : اس کی سند ابنِ لہیعہ کی وجہ سے "ضعیف" ہے، جمہور نے اسے "ضعیف" قرار دیا ہے۔ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وابن لهيعة ، ضعّفه الجمهور .** "اور ابنِ لہیعہ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔" (مجمع الزوائد : ١٠/٣٧٥)

حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وهو ضعيف بالاتفاق لاختلال ضبطه .**

"وہ بالاتفاق ضعیف ہے، کیونکہ اس کا حافظہ خراب تھا۔" (خلاصة الاحکام : ٢/٦٢٥)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی اسے "ضعیف" کہا ہے۔ (تغلیق التعلیق لابن حجر : ٣/٢٣٩)

یہ قول ذکر کرنے کے بعد امام دارقطنی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: **ابن لهيعة ، لا يحتجّ به .** "ابن لہیعہ قابل حجت نہیں ہے۔" (سنن الدارقطنی : ١/١١١)

الحاصل : کسی صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ وہ مالِ یتیم سے زکوٰۃ کے قائل نہ ہوں۔ مالِ یتیم میں زکوٰۃ واجب ہے، پاگل اور گونگے، بہرے کا بھی یہی حکم ہے۔

شبہ : یتیم پر نماز فرض نہیں تو زکوٰۃ کیسے فرض ہو سکتی ہے؟

ازالہ : امام ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد أجمعوا أيضا أن في مال من لم يبلغ ولم تجب عليه صلاة أرش ما يجنيه من الجنايات وقيمة ما يتلفه من المتلفات ، وأجمعوا على أن الحائض

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

والذی یجن أحیانا لا یراعی لهم مقدار أیام الحیض والجنون من الحول ، وهذا کله دلیل علی أن الزکاة حق المال لیست کالصلاة التی هی حق البدن فإنها تجب علی من تجب علیه الصلاة وعلی من لا تجب علیه .

''مسلمانوں کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جس پر نماز فرض نہیں ہوئی اس کے مال میں سے اس کے کیے ہوئے جرائم کی دیت اور اس کی تلف کی ہوئی چیزوں کی قیمت نکالنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کا اجماع ہے کہ حائضہ عورت کے حیض کے دنوں کی مقدار اور وہ شخص جو کبھی کبھی جنون کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے جنون کے دنوں کے مقدار (زکوٰۃ کے لیے گزرنے والے) سال سے خارج نہیں کی جائے گی۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، یہ نماز کی طرح نہیں ہے، جو کہ بدن کا حق ہے، لہٰذا زکوٰۃ اس شخص پر بھی واجب ہوگی، جس پر نماز واجب ہے اور اس شخص پر بھی، جس پر نماز واجب نہیں ہے۔'' (الاستذکار لابن عبد البر : ۱۵٦/۳)

نیز لکھتے ہیں: فهذا من طریق الإتباع ، وأمّا من طریق النظر والقیاس علی ما أجمع علماء المسلمین علیه من زکاة ما تخرجه أرض الیتیم من الزرع والثمار ، وهو ممّا لا یختلف فیه حجازیّ ولا عراقیّ من العلماء .

''یہ (آثارِ صحابہ پر عمل کر کے یتیم کے مال میں زکوٰۃ کو لازم قرار دینا) تو اتباع کا طریقہ ہے، رہا قیاس واجتہاد کا طریقہ تو مسلمان علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ یتیم کی زمین سے جو غلہ نکلتا ہے، اس پر زکوٰۃ واجب ہے (اگرچہ اس پر نماز فرض نہ بھی ہوئی ہو) اور اس میں کسی حجازی یا عراقی عالم کو اختلاف نہیں ہے۔'' (الاستذکار لابن عبد البر : ۱۵٦/۳)

دوسری بات یہ ہے کہ حنفی و دیوبندی حضرات، جو آثارِ صحابہ کے متعلق اس قسم کے شبہات پیدا کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی یتیم کی زمین جو غلہ اگاتی ہے، اس میں زکوٰۃ ہے۔ کیا ان کو اس وقت یہ خیال نہیں رہتا کہ اس پر تو نماز فرض نہیں ہے؟

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

اشعار کرنا سنت ہے۔

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

ہدی (منیٰ میں قربانی) کے لیے اونٹ کو داہنی جانب جو زخم لگایا جاتا تھا، اسے ''اشعار'' کہتے ہیں۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے، جیسا کہ:

① سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

صلّى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم بذى الحليفة ، ثمّ دعا بناقته ، فأشعرها فى صفحة سنامها الأيمن ، وسلت الدّم ، وقلّدها نعلين ، ثمّ ركب راحلته ، فلمّا استوت به على البيداء أهلّ بالحجّ .

''رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ مقام پر ادا کی، پھر اپنی اونٹنی منگوائی، اس کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کیا اور خون کو آس پاس لگا دیا اور اس کے گلے میں دو جوتے لٹکا دیئے، پھر اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب وہ سواری آپ ﷺ کو لے کر بیداء پر چڑھ گئی تو آپ ﷺ نے حج کا تلبیہ پڑھا۔'' (صحيح مسلم : ١٢٤٣)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: **والعمل على هذا عند أهل العلم من أصحاب النّبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وغيرهم ، يرون الإشعار ، وهو قول الثّورىّ والشّافعىّ وأحمد وإسحاق .** ''اسی پر نبی اکرم ﷺ کے صحابہ اور دوسرے اہل علم کا عمل ہے، وہ اشعار کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام سفیان ثوری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔''

(سنن الترمذى ، تحت حديث : ٩٠٦)

② سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: **فتلت قلائد بُدن**

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بيدى ، ثمّ أشعرها وقلّدها .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی قربانی کے اونٹوں کے قلادے اپنے ہاتھ سے بٹے ، پھر آپ ﷺ نے ان کو اشعار کیا اور قلادے پہنائے۔''

(صحيح البخارى : ١٦٩٦، صحيح مسلم : ٣٦٢/١٣٢١)

واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ اشعار، جو کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی سنت ہے، کو مثلہ کہتے ہیں، یعنی امام صاحب اُسے جائز نہیں سمجھتے۔ بعض الناس نے امام صاحب کے قول کی یہ تاویل کی ہے کہ جب لوگوں نے اشعار میں مبالغہ کیا تو اس وقت امام صاحب نے مثلہ کہا ہے۔

لیکن یہ تاویل سراسر باطل ہے، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا خوب ردّ کیا ہے۔ ائمہ دین، محدثین کرام اور علمائے عظام رحمہم اللہ کے اقوال ملاحظہ ہوں:

① حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٣١۔٦٧٦ھ) لکھتے ہیں: وقال أبو حنيفة : الإشعار بدعة ، لأنّه مثلة ، وهذا يخالف الأحاديث الصّحيحة المشهورة فى الإشعار ، وأمّا قوله : إنّه مثلة ، فليس كذلك ، بل هذا كالفصد والحجامة والكيّ والوسم . ''امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ اشعار بدعت ہے، کیونکہ یہ مثلہ ہے۔ ان کا یہ قول اشعار کے بارے میں بہت سی صحیح اور مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ رہا ان کا اشعار کو مثلہ کہنا تو یہ درست نہیں، کیونکہ اشعار ایسے ہی ہے، جیسے فصد، سنگی، داغ دینا اور نشان لگانا ہوتا ہے۔'' (شرح صحيح مسلم للنووى : ٤٠٧/١)

② امام وکیع بن جراح رحمہ اللہ (م ١٩٧ھ) فرماتے ہیں: لا تنظروا إلى قول أهل الرّأى فى هذا ، فإنّ الإشعار سنّة ، وقولهم بدعة .

''تم اس بارے میں اہل الرائے (ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب) کے قول کو نہ دیکھو۔ اشعار سنت ہے، جبکہ (اس کو بدعت کہنے پر مبنی) ان کا قول خود بدعت ہے۔''

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

(سنن الترمذی ، تحت حدیث : ٩٠٦، وسندہٗ صحیحٌ)

ابوالسائب سلم بن جنادہ کہتے ہیں: **كنا عند وكيع ، فقال لرجل عنده ممن ينظر فى الرأى : أشعر رسول الله صلى الله عليه و سلم ، ويقول أبو حنيفة : هو مثلة ، قال الرجل : فإنه قد روى عن إبراهيم النخعى أنه قال الإشعار مثلة ، قال فرأيت وكيعا غضب غضبا شديدا ، وقال : أقول لك قال رسول الله صلى الله عليه و سلم وتقول : قال إبراهيم ، ما أحقك بأن تحبس ثم لا تخرج حتى تنزع عن قولك هذا .** ''ہم امام وکیع رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ انہوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے ایک آدمی، جو کہ رائے میں دلچسپی رکھتا تھا، سے فرمایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مثلہ ہے! آدمی کہنے لگا، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اشعار کو مثلہ کہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام وکیع رحمہ اللہ سخت غصہ میں آ گئے اور فرمانے لگے، میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ابراہیم نخعی اس طرح کہتے ہیں۔ میں تجھے اس قابل سمجھتا ہوں کہ تجھے قید کر لیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے، جب تک تو اپنے اس قول سے باز نہ آ جائے۔''

(سنن الترمذی ، تحت حدیث : ٩٠٦، وسندہٗ صحیحٌ)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ اہل سنت کے بہت بڑے امام وکیع رحمہ اللہ کس قدر اتباعِ سنت کے جذبہ سے سرشار ہیں؟ حدیثِ رسول کے خلاف کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حدیث کے خلاف رائے پیش کرنے والوں پر شدید غصہ کا اظہار فرما رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسا ہی جذبہ صادقہ نصیب فرمائے۔ آمین!

③ امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (م ٣١١ھ) حدیثِ ابنِ عباس پر یوں باب قائم کرتے ہیں: **باب إشعار البُدن فى شقّ السّنام الأيمن ، وسلت الدّم عنها ، ضدّ قول من زعم أنّ إشعار البُدن مثلة ، فسمّى سنّة النّبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم**

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

مثلة بجهله . ''قربانی کے اونٹوں کی کوہان کی دائیں جانب اشعار کرنے اور خون کو لتھڑنے کا بیان، اس شخص کے ردّ میں جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اونٹوں کو اشعار کرنا مثلہ ہے، اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی سنت کا نام مثلہ رکھ دیا ہے۔''

(صحيح ابن خزيمة : ٤/١٥٣، ح : ٢٥٧٥)

④ امام ابنِ عبدالبر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: وهذا الحكم لا دليل عليه إلّا التّوهّم والظّنّ ، ولا تترك السّنن بالظّنون .

''(امام ابوحنیفہ کے) اس فیصلے پر کوئی دلیل نہیں، سوائے توہم پرستی اور ظن وتخمین کے، جبکہ سنتوں کو ظن وتخمین کی وجہ سے نہیں چھوڑا جاسکتا۔'' (الاستذكار لابن عبد البر : ٤/٢٦٤)

⑤ علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ (م ۴۵۶ھ) اس بارے میں لکھتے ہیں:

فقال أبو حنيفة : أكره الإشعار ، وهو مثلة ، قال عليّ : هذه طامّة من طوام العالم أن يكون مثلة شيء فعله النبى صلى الله عليه وسلم ، أف لكل عقل يتعقب حكم رسول الله صلى الله عليه وسلم ويلزمه أن تكون الحجامة ، وفتح العرق مثله ، فيمنع من ذلك ، وأن يكون القصاص من قطع الأنف ، وقلع الأسنان ، وجدع الاذنين مثلة ، وأن يكون قطع السارق والمحارب مثلة ، والرجم للزانى المحصن مثلة ، والصلب للمحارب مثلة ، إنما المثلة فعل من بلغ نفسه مبلغ انتقاد فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فهذا هو الذى مثل بنفسه ، والإشعار كان فى حجة الوداع والنهى عن المثلة كان قبل قيام ذلك بأعوام ، فصح أنه ليس مثلة ، وهذه قولة لا يعلم لابى حنيفة فيها متقدم من السلف ، ولا موافق من فقهاء أهل عصره إلا من ابتلاه الله بتقليده ، ونعوذ بالله من البلاء . ''امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ میں اشعار کو مکروہ سمجھتا ہوں، یہ تو مثلہ ہے، لیکن یہ کسی عالم کی ہفوات میں سے ہے کہ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے، اسے وہ مثلہ

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

قرار دے۔ ہر اس عقل پر افسوس ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر گرفت کرتی ہے۔ ایسی عقل پر یہ لازم آتا ہے کہ اس کے نزدیک سنگی لگوانا، فصد کھولنا وغیرہ بھی مثلہ ہو اور وہ اس سے بھی رک جائے، نیز اس کے نزدیک ناک کاٹنے، دانت اکھیڑنے، کان کاٹنے وغیرہ کا قصاص لینا بھی مثلہ ہو اور چور اور فسادی آدمی کا ہاتھ کاٹنا بھی مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا بھی مثلہ ہو، زمین میں فساد کرنے والے کو سولی دینا بھی مثلہ ہو۔ دراصل مثلہ تو اس نے کیا ہے، جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے فعلِ مبارک پر تنقید تک پہنچا دیا ہے، یہ وہ شخص ہے، جس نے اپنے نفس کا مثلہ کیا ہے۔ حالانکہ اشعار حجۃ الوداع میں کیا گیا تھا اور مثلہ سے ممانعت اس سے کئی سال پہلے ہو چکی تھی۔ ثابت ہوا کہ یہ مثلہ نہیں۔

یہ امام ابوحنیفہ کا ایسا قول ہے، جس میں ان کا کوئی سلف نہیں، نہ ہی ان کے ہم زمانہ فقہائے کرام میں سے کسی نے ان کی موافقت کی ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی تقلید کی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔ ہم فتنہ (تقلید) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔''

(المحلی لابن حزم : ۷/۱۱۱۔۱۱۲)

اعتذار

شمارہ نمبر ⑮ صفحہ نمبر ۱۴ میں لکھا گیا تھا: ''اس کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے مخدوش ہے۔۔۔ جہاں زہری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح کی ہے، وہاں یہ واقعہ موجود نہیں ہے۔''

لیکن صحیح بخاری میں ہی ایک دوسری حدیث (۳۶۶۷) میں وہی واقعہ موجود ہے، اس میں ابنِ شہاب زہری موجود نہیں ہیں۔ قارئین کرام نوٹ فرما لیں۔

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

کیا مرسل حدیث حجت ہے؟

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

اکثر محدثین کرام رحمہم اللہ کے نزدیک ''مرسل'' حدیث حجت نہیں۔ اس کا وہی حکم ہے، جو ''ضعیف'' حدیث کا ہوتا ہے۔ اس موقف پر دلائل ملاحظہ فرمائیں:

① امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام حماد بن زید رحمہ اللہ سے کہا، اے ابواسماعیل! کیا اللہ تعالیٰ نے اہل حدیث کا ذکر قرآنِ مجید میں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

بلی ! ألم تسمع إلی قوله : ﴿ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (التوبة : ١٢٢) **، فهذا فی کلّ رحل فی طلب العلم والفقه ، ویرجع به إلی من وراء ہ یعلّمهم إیّاه .**

''کیوں نہیں؟ کیا آپ نے یہ فرمانِ باری تعالیٰ نہیں سنا کہ: ﴿ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (التوبة : ١٢٢) (تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرائیں، جب وہ ان کی طرف لوٹیں تاکہ وہ ڈریں)، یہ ہر اس شخص کے بارے میں ہے، جو طلبِ علم وفقہ میں سفر کرے اور اسے حاصل کر کے اپنے پیچھے والے لوگوں کو سکھائے۔'' (معرفة علوم الحديث للحاكم : ٢٦، شرف اصحاب الحديث للخطيب : ١١٥، الرحلة فی طلب الحديث للخطيب : ١٠، وسندهٗ صحيحٌ)

اس قول کے تحت امام حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں: **ففی هذا النّص دلیل علی أنّ العلم المحتجّ به هو المسموع غیر المرسل .**

''اس نص میں اس بات پر دلیل ہے کہ قابل حجت علم وہی ہے جو بلاواسطہ سنا گیا ہو، نہ کہ جو مرسل ہو۔'' (معرفة علوم الحديث للحاكم : ٢٧)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

نوٹ : ''مرسل'' وہ روایت ہوتی ہے، جو تابعی ڈائریکٹ نبیٔ اکرم ﷺ سے بیان کرے۔

② عظیم تابعی مجاہد بن جبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: **جاء بشير العدوىّ إلى ابن عبّاس فجعل يحدّث ويقول قال رسول الله -صلّى الله عليه وسلّم- قال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - فجعل ابن عبّاس لا يأذن لحديثه ولا ينظر إليه فقال يا ابن عبّاس ! ما لى لا أراك تسمع لحديثى ، أحدثك عن رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - ولا تسمع ، فقال ابن عبّاس إنّا كنّا مرّة إذا سمعنا رجلا يقول قال رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - ابتدرته أبصارنا وأصغينا إليه بآذاننا ، فلمّا ركب النّاس الصّعب والذّلول لم نأخذ من النّاس إلّا ما نعرف .** ''بشیر بن کعب عدوی رحمہ اللہ، سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور حدیث بیان کرتے ہوئے کہنے لگے ، اللہ کے رسول ﷺ نے یوں فرمایا، لیکن سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ان کی طرف توجہ نہیں کر رہے تھے اور نہ ان کی طرف دیکھ ہی رہے تھے۔ انہوں نے عرض کی ، اے ابنِ عباس! کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ میری حدیث کو نہیں سن رہے، حالانکہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں، سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے، پہلے ہم جب کسی آدمی کو یہ کہتے سنتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا، ہماری آنکھیں جلدی سے اس کی طرف دیکھتی تھیں اور ہم اپنے کان اس کی طرف لگا دیتے تھے، لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مجروح ہر قسم کی حدیثیں بیان کرنا شروع کر دیں تو اس وقت سے ہم لوگوں سے صرف وہی حدیث سنتے ہیں، جس کا ہمیں پہلے سے علم ہوتا ہے۔''

(مقدمة صحيح مسلم : ۱/ ۱۰، ح : ۲۲)

یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ''مرسل'' حدیث کو حجت نہیں

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

سمجھتے تھے۔

③ الامام ، الفقیہ ،ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب بن یزید بن عبدالرحمٰن بن نوح رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لو أن المرسل من الأخبار والمتصل سیان لما تکلف العلماء طلب الحدیث بالسماع ولما ارتحلوا فی جمعه مسموعا ولا التمسوا صحته ولکان أهل کل عصر إذا سمعوا حدیثا من عالمهم وهو یقال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم کذا وکذا لم یسألوه عن إسناده وقد روینا عن جماعة من التابعین وأتباع التابعین کانوا یسألون عن السنة ثم یقولون للتابعین هل من أثر وإذا ذکر الأثر قالوا هل من قدوة وإنما یعنون بذلک الإسناد المتصل ولم یقتصروا علی قول الزهری وإبراهیم قال رسول الله صلی الله علیه و سلم فکیف یقتصروا من مالک والنعمان إذا قالا قال رسول الله صلی الله علیه و سلم .** ''اگر مرسل اور متصل احادیث ایک جیسی (حجت) ہوتیں تو علمائے کرام طلبِ حدیث میں سماع کرنے کی زحمت نہ اٹھاتے ، نہ ہی خود سنی ہوئی احادیث کو جمع کرنے کے لیے وہ سفر کرتے ، نہ ہی وہ احادیث کی صحت کے متلاشی ہوتے ، نیز ہر دور کے لوگ جب اپنے عالم کو یہ کہتے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا، تو اس سے سند کے بارے میں سوال نہ کرتے ، حالانکہ تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت سے ہم نے روایت کیا ہے کہ وہ سنتِ نبوی کے بارے میں پوچھتے تھے، پھر تابعین سے کہتے کہ کیا کوئی اثر ہے؟ کیا کوئی قدوہ ہے؟ اس سے مراد وہ متصل سند لیتے تھے۔ وہ (محمد بن مسلم) زہری رحمہ اللہ اور ابراہیم (نخعی رحمہ اللہ) کے اس قول پر اکتفا نہیں کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے، پھر امام مالک اور امام ابوحنیفہ اگر کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے تو ان کی بات پر کیسے اکتفا کیا جا سکتا ہے؟'' (الکفایة فی علم الروایة للخطیب : ۱۲۴۵، وسندهٗ صحیحٌ)

④ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب رحمہ اللہ ''مرسل'' کے حجت نہ ہونے کے بارے میں

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

لکھتے ہیں: ولا یقبل خبر من جهلت عینه وصفته لأنه حینئذ لا سبیل الی معرفة عدالته هذا قول کل من شرط العدالة ولم یقبل المرسل فأما من قال ان العدالة هی ظاهر الإسلام فإنه یقبل خبر من جهلت عینه لأنه لا یکون الا مسلما ویجب علیهم ان لا یقبلوا خبره حتی یعلموا مع إسلامه انه بریء من الفسق المسقط للعدالة ومع الجهل بعینه لا یؤمن ان یکون ممن أصاب فسقا إذا ذکر عرفوه به .

''جس شخص کی ذات اور صفت مجہول ہو، اس کی حدیث قبول نہیں ہوتی، کیونکہ ایسی صورتِ حال میں اس شخص کی عدالت پہنچاننے کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔ یہ ان تمام لوگوں کا موقف ہے، جو عدالت کو (صحتِ حدیث میں) شرط سمجھتے ہیں اور مرسل کو قبول نہیں کرتے۔ جو لوگ ظاہری اسلام کو عدالت سمجھتے ہیں، وہ اس کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں، جس کی ذات مجہول ہو، کیونکہ وہ مسلمان ہی ہوتا ہے، لیکن ان پر ضروری ہے کہ وہ اس کی حدیث کو اس وقت تک قبول نہ کریں، جب تک اس کے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت نہ ہو جائے کہ وہ ایسے فسق سے بری ہے، جو عدالت کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ ذات مجہول ہونے کے ساتھ اس بات سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا کہ وہ شخص ان لوگوں میں سے ہو جو فسق کے مرتکب ہوں۔ جب وہ اس (مجہول) کا ذکر کریں تو محدثین اس کو پہچان لیں۔''

(الکفایة للخطیب : ۱۱۸۰، وسندهٗ صحیحٌ)

⑤ امام مسلم رحمہ اللہ (۲۰۴۔۲۶۱ھ) ''مرسل'' کے بارے میں فرماتے ہیں:

والمرسل فی أصل قولنا وقول أهل العلم بالأخبار لیس بحجّة .

''ہمارے اور محدثین کے ہاں مرسل حجت نہیں ہے۔''

(مقدمة صحیح مسلم : ۲۲/۱، ص ۲۰ طبع دار السلام)

امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں: لا نحتجّ بالمراسیل ، ولا بالأخبار الواهیة .

''ہم مرسل اور ضعیف روایات سے حجت نہیں لیتے۔''

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

(كتاب التوحيد لابن خزيمة : ١٣٧/١)

⑦ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ (۲۳۸۔۳۲۱ھ) لکھتے ہیں: **وهم لا يحتجّون بالمراسيل .** ''وہ (محدثین) مرسل روایات سے دلیل نہیں لیتے۔''

(نصب الراية للزيلعي الحنفي : ٥٨/١)

⑧ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **مرسلات سعيد بن المسيّب أصحّ المرسلات ، ومرسلات إبراهيم النّخعيّ لا بأس بها ، وليس في المرسلات أضعف شيء من مرسلات الحسن وعطاء ابن أبي رباح ، فإنّهما يأخذان عن كلّ أحد .** ''سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی مرسل روایات سب مرسلات سے زیادہ صحیح ہیں، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مرسل روایات میں کوئی حرج نہیں، مرسلات میں حسن بصری رحمہ اللہ اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کی مرسلات سے بڑھ کر ضعیف اور کوئی نہیں، کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے روایات لیتے تھے۔''

(المعرفة والتاريخ للفسوي : ٢٣٩/٣، الكفاية للخطيب : ٣٨٦، وسندهٗ صحيحٌ)

⑨ یونس بن عبدالاعلیٰ الصدفی کہتے ہیں کہ مجھے امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: **نقول : الأصل قرآن أو سنّة ، فإن لم يكن فقياس عليهما ، وإذا اتّصل الحديث عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ، وصحّ الإسناد به ، فهو سنّة ، وليس المنقطع بشيء ، ما عدا منقطع سعيد بن المسيّب .**

''ہم کہتے ہیں کہ اصل قرآن وسنت ہیں، اگر کوئی نص نہ ہو تو ان دونوں پر قیاس ہوگا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث باسندِ متصل ہو اور سند صحیح بھی ہو تو وہ سنت ہے۔ منقطع روایات کچھ بھی نہیں، سوائے سعید بن مسیّب کی منقطع روایات کے۔''

(كتاب المراسيل لابن ابي حاتم : ٦ ، وسندهٗ صحيحٌ)

سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی منقطع روایات کو صحیح قرار دینا امام شافعی رحمہ اللہ کی خطا ہے، کیونکہ

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

ان کے خیال میں سعید بن مسیّب رحمہ اللہ صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، لہٰذا محذوف راوی بھی ثقہ ہی ہوگا، لیکن عین ممکن ہے کہ جسے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ثقہ سمجھتے ہوں، دوسرے ائمہ کے نزدیک وہ ''ضعیف'' ہو، لہٰذا دوسرے راویوں کی مراسیل کی طرح امام سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کی مراسیل بھی ناقابل حجت ہوتی ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ولسنا ولا إيّاك نثبت المرسل .**

''نہ ہم مرسل کو صحیح سمجھتے ہیں، نہ آپ۔'' (اختلاف الحديث للشافعي : ٥٦٠)

⑩ امام ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (م ۳۲۷ھ) فرماتے ہیں:

سمعت أبي وأبا زرعة يقولان : لا يحتجّ بالمراسيل ، ولا تقوم الحجّة إلّا بالأسانيد الصّحاح المتّصلة ، وكذا أقول أنا . ''میں نے اپنے والد (امام ابوحاتم رحمہ اللہ) اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ (م ۲۶۴ھ) سے سنا، وہ دونوں فرما رہے تھے کہ مرسل روایات سے حجت نہیں لی جائے گی، حجت صرف صحیح اور متصل سندوں کے ساتھ قائم ہوسکتی ہے۔ میں بھی ایسا ہی کہتا ہوں۔'' (كتاب المراسيل لابن ابي حاتم : ٧)

⑪ امام دارقطنی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: **والحديث مرسل ، لا تقوم به الحجّة .** ''یہ حدیث مرسل ہے اور اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوسکتی۔'' (سنن الدارقطني : ٣٩٨/١)

⑫ امام ابن المنذر رحمہ اللہ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں: **والمرسل من الحديث ، لا تقوم به الحجّة .** ''مرسل حدیث سے حجت قائم نہیں ہوتی۔''

(الاوسط لابن المنذر : ٢٢٨/١، ٢٧١/١)

⑬ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں: **وحجّتهم في ردّ المراسيل ما أجمع عليه العلماء من الحاجة إلى عدالة المخبر عنه ، وأنّه لا بدّ من علم ذلك .** ''مرسل روایات کو رد کرنے پر ان کی دلیل حدیث بیان

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

کرنے والے کی عدالت کو معلوم کرنے کی ضرورت ہے، جس پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔ عدالت کا علم ہونا (صحتِ حدیث کے لیے) ضروری ہے۔'' (التمهيد لابن عبد البر : ١/٥-٦)

⑭ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ) ''مرسل'' حدیث کے ''ضعیف'' ہونے کی وجوہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **والمرسل من الخبر وما لم يرو سيان في الحكم عندنا لأنا لو قبلنا إرسال تابعي وإن كان ثقة فاضلا على حسن الظن لزمنا قبول مثله عن أتباع التابعين ومتى قبلنا ذلك لزمنا قبول مثل ذلك عن تباع التبع ومتى قبلنا ذلك لزمنا أن نقبل من كل إنسان إذا قال : قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ، وفي هذا نقض الشريعة .**

''مرسل روایت ہمارے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ اگر ہم ثقہ فاضل تابعی کے ارسال کو حسنِ ظن کرتے ہوئے قبول کرلیں تو ہمیں تبع تابعین کا ارسال بھی اسی طرح قبول کرنا پڑے گا اور جب ہم یہ بھی کرلیں گے تو تبع تابعین کے بعد والوں کا بھی ارسال قبول کرنا پڑے گا، جب یہ بھی کرلیں گے تو پھر ان کے بعد والوں کا ارسال بھی قبول کرنا پڑے گا، جب ایسا بھی کرلیں گے تو پھر ہمیں ہر انسان کا یہ کہنا قبول کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حالانکہ اس کام میں شریعت کی مخالفت ہے۔۔۔'' (صحيح ابن حبان ، تحت حديث : ٢١١٠)

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ کے اس قول کا ردّ کرتے ہوئے علامہ عینی حنفی (۷۶۲-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: **وأما قوله : والمرسل عندنا وما لم يُرْو سيان ، إلى آخره ، فغير مُسلّم أيضا لأنّ إرسال العدل من الأئمة تعديل له ، إذ لو كان غير عدل لوجب عليه التنبيه على جرْحه ، والإخبار عن حاله ، فالسكوت بعد الرواية عنه يكون تلبيسا أو تحميلاً للناس على العمل بما ليس بحجة ، والعدل لا يتّهم بمثل ذلك ، فيكون إرساله توثيقا له ...** ''رہا امام ابنِ حبان رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ہمارے نزدیک مرسل روایت نہ ہونے کے برابر ہے تو یہ ایسی بات ہے، جسے تسلیم نہیں کیا جائے گا

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

، کیونکہ کسی عادل امام کا ارسال کرنا محذوف راوی کی توثیق شمار ہوگا، کیونکہ اگر وہ محذوف راوی عادل نہ ہوتو ارسال کرنے والے امام پر واجب تھا کہ وہ اس پر تنبیہ کرتا اور اس کے حالات پر آگاہی دیتا۔ روایت بیان کرنے کے بعد اس سے خاموشی اختیار کرنا تو ایک قسم کی تلبیس ہے اور لوگوں کو ایک ایسے راوی کی حدیث پر آمادہ کرنے کی کوشش ہے، جو کہ قابل حجت نہیں اور کسی عادل امام کے بارے میں ایسا گمان نہیں رکھا جاسکتا، لہٰذا عادل راوی کا ارسال محذوف راوی کی توثیق شمار ہوگی۔۔۔'' (شرح ابی داؤد للعینی الحنفی : ۱۲۲/۳)

لیکن علامہ عینی حنفی کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ بہت سے ثقہ وعادل اماموں کا غیر ثقہ راویوں سے روایت لینا ثابت ہے اور بسا اوقات وہ عادل امام اس ''ضعیف'' راوی کو ثقہ سمجھتے تھے، جبکہ دوسرے محدثین کے ہاں وہ ''ضعیف'' تھے، جیسا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ بہت بڑے ثقہ وعادل امام ہیں، لیکن انہوں نے بہت بڑے ''ضعیف ورافضی'' راوی جابر جعفی سے روایات لی ہیں اور باقی تمام محدثین سے ہٹ کر امام شعبہ رحمہ اللہ جابر جعفی کو ثقہ بھی سمجھتے تھے، جیسا کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وثّقه شعبة وشذّ ، وتركه الحفّاظ ...**

''امام شعبہ رحمہ اللہ نے جابر جعفی کو ثقہ کہا ہے اور اس بات میں انہوں نے باقی محدثین کی مخالفت کی ہے، جبکہ دوسرے محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔''

(الکاشف للذهبی : ت ۷۳۹)

اب دیکھ لیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ جابر جعفی کو ثقہ سمجھ کر روایت کرتے ہیں، اسی طرح ممکن ہے کہ جس راوی کو ارسال کرنے والا امام ثقہ سمجھ رہا ہے، وہ فی الحقیقت سخت ''ضعیف'' ہو اور اس طرح ''مرسل'' کو حجت سمجھنا ایک ''ضعیف ومتروک'' راوی کی جھوٹی روایت کو حجت سمجھنے کے مترادف ہو جائے گا، جو کہ بہت بڑی خرابی ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (۳۸۴۔۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

ومن زعم أنّ المرسل أقوى من المتّصل ، فهو كمن زعم أنّ الليل أضوء

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

من النهار والأعمى أبصر من البصير ، فإنّ المرسل مغيب المعنى ، لا يدرى عمّن أخذه من أرسله ، ومن ادّعى أنّه لا يأخذه إلّا عن ثقة ، فقد ادّعى ما هو بخلافه عند كافّة أهل العلم بالحديث ، فإنّا نجدهم يروون عن الثقات ويروون عن غيرهم ، وربّما يسكتون عن ذكر من سمعوه منه حتى يسألوا ، فإذا سئلوا ربّما ذكروا من يرغب عنه فى الرواية أو فى الديانة أو فيهما ، وأهل العلم مختلفون فيما يجرّح به الراوى ، فلا بدّ من تسميته ليوقف على حاله فتستبين عدالته أو جرحه عند من بلغه خبره من أهل العلم .

''اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرسل روایت متصل سے بھی قوی ہوتی ہے، وہ اس بے وقوف کی طرح ہے، جو کہے کہ رات، دن سے زیادہ روشن ہے اور نابینا، بینا سے زیادہ دیکھنے والا ہے، کیونکہ مرسل کا معاملہ غیبی ہوتا ہے، اس کے بارے میں یہ علم نہیں ہوتا کہ جس نے ارسال کیا ہے، اس نے کس سے اسے اخذ کیا ہے؟ اور جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ارسال کرنے والا صرف ثقہ سے ہی روایت لیتا تھا تو اس نے ایسا دعویٰ کیا ہے، جو سارے محدثین کے خلاف ہے، کیونکہ ہم محدثین کو دیکھتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے بھی روایات لیتے ہیں اور غیر ثقہ راویوں سے بھی بیان کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اس وقت تک اس شخص کا نام نہیں لیتے، جس سے انہوں نے سنا ہوتا ہے، جب تک ان سے پوچھ نہ لیا جائے، پھر بسا اوقات وہ ایسے شخص کا نام لیتے ہیں، جو روایت و دیانت میں سے کسی ایک چیز میں یا دونوں چیزوں میں نا قابل التفات ہوتا ہے۔ نیز اہل علم راوی پر جرح کرنے کے اسباب میں مختلف ہیں، لہٰذا محذوف راوی کا نام بیان کیا جانا ضروری ہے تاکہ اس کے حالات پر واقفیت حاصل کی جاسکے اور یوں اس کی عدالت یا جرح ان اہل علم پر واضح ہو جائے، جن کے پاس اس کی حدیث پہنچے۔''

(كتاب القراءة خلف الامام للامام البيهقى : ص ١٥٤)

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو قبول کرنے کی ہمت عطا فرمائے! آمین!

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

⑮ امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

ومن ضعف المرسل فإنه ضعف من قبل أن هؤلاء الأئمة حدثوا عن الثقات وغير الثقات فإذا روى أحدهم حديثا وأرسله لعله أخذه عن غير ثقة .

''جن محدثین نے مرسل کو ضعیف قرار دیا ہے، انہوں نے اس وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے کہ ان ائمہ کرام نے ثقہ راویوں سے بھی احادیث بیان کی ہیں اور غیر ثقہ راویوں سے بھی۔ جب کوئی مرسل حدیث بیان کرتا ہے تو (یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ) شاید اس نے غیر ثقہ سے لی ہو۔''

(العلل للترمذی : ۸۹۷)

⑯ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

والذی نختاره من هذه الجملة سقوط فرض العمل بالمراسيل وان المرسل غير مقبول والذی يدل على ذلک ان إرسال الحديث يؤدی الى الجهل بعين راويه ويستحيل العلم بعدالته مع الجهل بعينه وقد بينا من قبل انه لا يجوز قبول الخبر الا ممن عرفت عدالته فوجب لذلک كونه غير مقبول وأيضا فان العدل لو سئل عمن أرسل عنه فلم يعد له لم يجب العمل بخبره إذا لم يكن معروف العدالة من جهة غيره وكذلک حاله إذا ابتدأ الإمساک عن ذكره وتعديله لأنه مع الإمساک عن ذكره غير معدل له فوجب ان لا يقبل الخبر عنه .

''خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک مرسل حدیث کے ساتھ عمل واجب نہیں ہوتا، نیز مرسل غیر مقبول ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کا ارسال اس کے راوی کی ذات کو مجہول بنا دیتا ہے، جبکہ اس کی جہالت کے ہوتے ہوئے اس کی عدالت ثابت ہونا محال ہے اور ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ حدیث صرف اس شخص کی قبول کی جائے گی، جس کی عدالت معلوم ہو، اس طرح غیر مقبول چیز لازم ہو جائے گی، اسی طرح اگر ارسال کرنے والے سے پوچھا جائے کہ اس نے کس سے ارسال کیا ہے؟ وہ اس کی عدالت بیان نہ کرے تو اس کی حدیث پر عمل واجب

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

نہیں ہوگا، جب وہ کسی اور طریقے سے معروف ثابت نہ ہو جائے، اسی طرح وہ صورتِ حال ہے، جب ارسال کرنے والا اس راوی کا ذکر کرنے اور اس کی تعدیل سے رک جائے، کیونکہ اس کو ذکر نہ کرنا اس کی عدالت کو مستلزم نہیں، لہٰذا اس کی حدیث کو قبول نہیں کیا جائے گا۔''

(الكفاية فى علم الرواية : ٣٨٨)

⑯ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ ''مرسل'' کو حدیث کی مردود وضعیف اقسام میں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **وإنما ذكر فى قسم المردود للجهل بحال المحذوف؛ لأنه يحتمل أن يكون صحابيا، ويحتمل أن يكون تابعيا ، وعلى الثانى يحتمل أن يكون ضعيفا، ويحتمل أن يكون ثقة، وعلى الثانى يحتمل أن يكون حمل عن صحابى، ويحتمل أن يكون حمل عن تابعى آخر، وعلى الثانى فيعود الاحتمال السابق، ويتعدد ، أما بالتجويز العقلى فإلى ما لا نهاية له، وأما بالاستقراء فإلى ستة أو سبعة، وهو أكثر ما وجد من رواية بعض التابعين عن بعض .** ''بلاشبہ مرسل کو مردود کی قسم میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ محذوف راوی کی حالت معلوم نہیں ہوتی، اس وقت احتمال ہوتا ہے کہ وہ صحابی ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ وہ تابعی ہو، تابعی ہونے کی صورت میں اس کے ثقہ ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور ضعیف ہونے کا بھی، نیز یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ اس محذوف تابعی نے یہ حدیث کسی صحابی سے لی ہو یا کسی اور تابعی سے، اگر کسی تابعی سے لیا ہو تو پھر وہی دوسرا (تابعی کے ضعیف ہونے کا) احتمال دوبارہ آجاتا ہے اور یہ احتمال کئی بار ہوتا ہے، عقلی اعتبار سے یہ سلسلہ لامتناہی حد تک چلا جاتا ہے، لیکن تتبع کے اعتبار سے چھ سے سات تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔ کیونکہ تابعین کی تابعین سے روایت کا یہ سلسلہ چھ یا سات تک ہی چلتا ہے۔'' (نزهة النظر : ٧٩)

⑰ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ (م ۶۴۳ھ) ''مرسل'' کے عدمِ حجت اور ضعف کو یوں بیان کرتے ہیں: **وما ذكرنا من سقوط الاحتجاج بالمرسل ، والحكم**

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

بضعفه ، هو الّذی استقرّ علیه آراء جماعة حفاظ الحدیث ، ونقّاد الأثر ، وتداولوه فی تصانیفهم .

''ہم نے جو یہ کہا ہے کہ مرسل سے حجت نہیں لی جاسکتی اور اس پر ضعف کا حکم لگے گا، یہ قول وہ ہے، جس پر حفاظِ حدیث اور نقادِ آثار کی ایک جماعت کا عمل رہا ہے اور انہوں نے اپنی تصانیف میں اسے جا بجا ذکر کیا ہے۔''

(مقدمة ابن الصلاح :ص ٣١)

الحاصل : ''مرسل'' حدیث جمہور نقادِ محدثین کے نزدیک ناقابل حجت اور ''ضعیف'' ہوتی ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

کھانا کھانے کی دُعا

عبدالرحمٰن بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ان کو اس صحابی نے بیان کیا، جس نے نبیٔ اکرم ﷺ کی آٹھ سال خدمت کی تھی:

أنّه کان یسمع النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم إذا قرّب إلیه طعامه یقول : ((بِسْمِ اللّٰهِ)) ، فإذا فرغ من طعامه قال : ((اَللّٰهُمَّ أَطْعَمْتَ وَسَقَیْتَ ، وَأَغْنَیْتَ وَأَقْنَیْتَ ، وَهَدَیْتَ وَأَحْیَیْتَ ، فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا أَعْطَیْتَ))

''نبیٔ اکرم ﷺ کی طرف جب ان کا کھانا قریب کیا جاتا تو آپ یہ دُعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ ،جب آپ کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دُعا پڑھتے: ((اَللّٰهُمَّ أَطْعَمْتَ وَسَقَیْتَ ، وَأَغْنَیْتَ وَأَقْنَیْتَ ، وَهَدَیْتَ وَأَحْیَیْتَ ، فَلَکَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا أَعْطَیْتَ)) (اے اللہ! تو نے کھلایا اور تو نے ہی پلایا ہے، تو نے غنی کیا ہے اور تو نے ہی راضی کیا ہے، تو نے ہی ہدایت دی ہے اور تو نے ہی زندگی دی ہے، جو تو نے دیا ہے، اس پر ساری تعریفیں تیرے لیے ہی ہیں)۔'' (عمل الیوم واللیلة لابن السنی : ح ٤٦٤، وسندهٗ صحیحٌ)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

دفاعِ حدیث — حافظ ابو یحییٰ نور پوری

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ...

کے شانِ نزول کے متعلق حدیث جابر رضی اللہ عنہ

درایتی اعتراضات

اعتراض نمبر ①: ''درایت کے لحاظ سے دیکھیے تو اس کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔اس لیے کہ:

(الف) آیتِ شریفہ میں تجارةً أو لهوًا ہے۔پس اگر یہ سمجھا جائے کہ اس میں ذکر مسلمانوں کا ہے، جو جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے چھوڑ کر مسجد سے باہر نکل گئے تھے تو ماننا پڑے گا کہ یہ حادثہ کم از کم دو بار پیش آیا تھا۔ایک بار خطبہ کے دوران مسجد سے باہر غلہ فروش آ گئے تھے اور ایک بار مسجد سے باہر خطبہ کے وقت کھیل کود اور تفریح کا سامان ہو گیا تھا ۔دونوں دفعہ مسجد میں خطبہ سننے والے مسلمان دیوانہ وار باہر نکل گئے ۔اور یقیناً یہ غلط ہے، لہٰذا یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ اس آیت میں مسلمانوں کا ذکر ہے۔۔۔''

(''صحیح بخاری کا مطالعہ'' : ۸۱/۱)

جواب: قارئین کرام! یقیناً دو بار سے بھی زائد دفعہ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ صحابہ کرام خطبہ چھوڑ کر چلے گئے تھے، جیسا کہ زیرِ بحث حدیث کے راوی سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ خود ہی بیان کرتے ہیں:

كان الجواري إذا نكحوا ، كانوا يمرّون بالكَبَر والمزامير ، ويتركون النّبيّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم قائما على المنبر ، وينفضون إليها ، فأنزل اللّٰه : ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا﴾

''جب وہ مدینہ والے نکاح کرتے تو چھوٹی بچیاں یا لونڈیاں ڈھول اور مزامیر لے کر

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

گزرتیں تو لوگ نبی ﷺ کو منبر پر خطبہ دیتے چھوڑ کر اس طرف نکل جاتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ﴾ (جب وہ کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھتے ہیں تو اس طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کھڑا چھوڑ جاتے ہیں)۔'' (جامع البیان فی تاویل القرآن للطبری : ۳۸۸/۲۳، وسندہٗ صحیحٌ)

یعنی جس طرح پہلے نماز کے اندر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں روزمرہ کی بات چیت کر لیا کرتے تھے، لیکن نبیٔ اکرم ﷺ نے ان پر اس وقت تک نکیر نہیں کی، جب تک اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کر کے اس سے روک نہیں دیا، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خطبہ کو معمولی سے معمولی کام کی وجہ سے چھوڑ کر چلے جاتے، جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل نہیں کی، تب تک ایسا کرنا کوئی جرم نہیں تھا، اسی لیے نبیٔ اکرم ﷺ اس سے روکتے نہیں تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اس سے روک دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رک بھی گئے تھے۔ اس میں اعتراض والی کون سی بات ہے؟

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **ولا بعد في أن تنزّل في الأمرين معا أو أكثر .** ''کوئی بعید بات نہیں ہے کہ یہ آیت دو یا دو سے زیادہ واقعات کے بارے میں نازل ہوئی ہو۔'' (فتح الباری لابن حجر : ۴۲۴/۲)

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا ... کی تفسیر میں وارد ہونے والی صحیح بخاری کی حدیث کے دفاع میں ہم یہ بات بالتفصیل بیان کر چکے ہیں کہ ایک آیت ایک سے زائد واقعات کے بارے میں نازل ہو سکتی ہے۔ قارئین کرام وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

جب ایک ہی آیت کئی واقعات کے بارے میں نازل ہو سکتی ہے اور ممانعت سے پہلے صحابہ کرام نماز میں بھی بارہا باتیں کر سکتے ہیں تو پھر ممانعت سے پہلے کئی دو یا زائد بار خطبہ چھوڑ کر جانے میں بھلا کون سا کفر لازم آ جاتا ہے اور کون سی درایت اس سے مانع ہے؟

② اصل اشکال جو اس حدیث پر آتا تھا، وہ میرٹھی صاحب پیش نہیں کر سکے، شاید کہ ان کو خبر ہو گئی ہو گی کہ اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

چنانچہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وقد استشكل الأصيليّ حديث الباب ، فقال : إنّ اللّٰه تعالىٰ وصف أصحاب محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم بأنّهم : ﴿ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (النور : ٣٧/٢٤)، ثمّ أجاب باحتمال أن يكون هذا الحديث كان قبل نزول الآية .انتهى ، وهذا الّذى يتعيّن المصير إليه مع أنّه ليس فى آية النّور التّصريح بنزولها فى الصّحابة .

''اصیلی نے اس حدیث میں یہ اشکال بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے صحابہ کی صفت یہ بیان کی ہے کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی (جبکہ یہ حدیث اس کے خلاف ہے)، پھر انہوں نے خود اس کا جواب دیا ہے کہ ممکن ہے یہ حدیث اس آیت (النور:۲۴/۳۷) نے نزول سے پہلے کی ہو۔اسی بات (جو اصیلی نے بیان کی ہے) کو لینا ضروری ہے،لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ سورۂ نور کی اس آیت میں اس کے صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہونے کی صراحت نہیں۔'' (فتح الباری لابن حجر : ٤٢٥/٢)

اعتراض نمبر ② :

''(ب) مدینہ دارالاسلام تھا۔ وہاں مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور قوم نہ تھی اور سب ہی عاقل بالغ لوگ جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور جمعہ کی نماز مسجدِ نبوی کے علاوہ مدینہ میں اور کسی جگہ نہ ہوتی تھی۔اس لیے یہ اندیشہ نہ تھا کہ ہم تو یہاں مسجد میں ہیں، ایسا نہ ہو کہ سارا غلہ دوسرے لوگ خرید کر لے جائیں اور جب ہم فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلیں تو ہمارے ہاتھ کچھ نہ آئے۔اس صورتِ حال میں مسلمانوں کا بے صبری کے ساتھ غلہ فروشوں کی آمد پر مسجد سے نکل جانا بالکل غیر معقول ہے۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ٨١/١)

جواب : ① میرٹھی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مدینہ میں منافقین بھی رہتے تھے۔ضروری نہیں کہ وہ بھی سب کے سب خطبہ جمعہ میں حاضر ہوئے ہوں۔

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

اگر حاضر بھی تھے تو قافلے کا سن کر سب سے پہلے وہ اٹھ گئے ہوں گے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذہن میں یہ خیال آیا ہوگا کہ کہیں سارا مال منافقین ہی نہ خرید لیں، پھر ابھی تک خطبہ کے بارے میں سخت احکام بھی نہ آئے تھے اور صحابہ کرام اس میں رخصت ہی سمجھتے تھے، لہٰذا ان کا مسجد سے نکل جانا بالکل معقول تھا۔

② نیز ہوسکتا ہے کہ مدینہ میں سامانِ خورد ونوش کم ہو اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ذہن میں یہ خیال آیا ہو کہ کہیں خطبہ ختم ہونے تک قافلہ واپس ہی نہ چلا جائے۔

③ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں تھا اور وہ خرید وفروخت بھی کرسکتی تھیں، اسی طرح بچے بھی سامانِ تجارت خرید سکتے تھے، لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس خیال کا آجانا کوئی بعید نہ تھا کہ کہیں سامانِ تجارت ختم ہی نہ ہوجائے۔

لہٰذا یہ میرٹھی صاحب کا اپنا درایتی قصور ہے، حدیثِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نہیں۔

اعتراض نمبر ③ :

''(ج) اس آیت سے پہلے اہل ایمان کو خطاب کر کے ارشاد ہوا ہے۔۔۔''اے اہل ایمان! جمعہ کے دن جب نمازِ جمعہ کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر کی طرف لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو ،یعنی اس وقت دنیوی مشغلوں سے دست برداری تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ پس جب نمازِ جمعہ سے فراغت ہوجائے تو اپنے مشاغل کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا کچھ فضل تلاش کرو، یعنی مال ورزقِ حلال حاصل کرنے کی دوڑ دھوپ کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو۔ امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔''

اس کے بعد آیت ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً ﴾ ہے۔ اگر اس آیت میں بھی مسلمانوں کا ہی ذکر اور ان کے عمل شنیع پر جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، انکار مقصود ہوتا تو **وإذا رأيتم تجارة أو لهوا انفضتم إليها وتركتم الرّسول قائما** ہوتا، یعنی خطاب کے صیغے لائے

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

جاتے۔" ("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۱/۸۱-۸۲)

جواب : ① گزشتہ حدیث کے دفاع میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ میرٹھی صاحب نے حدیث میں ایک "غلطی" نکالنے کی ذلت آمیز کوشش کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

" **لو نعلم** عربیت کے لحاظ سے غلط ہے، صحیح لفظ **لو علمنا** ہے۔"

حالانکہ قرآنِ کریم میں بھی **لو نعلم** موجود ہے۔ہم نے وہاں بتایا تھا کہ جو اعتراض حدیثِ نبوی میں کیا جائے گا، بعینہ وہی قرآنِ کریم میں آجائے گا، کیونکہ دونوں ایک ہی ذات، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی ہیں، لہٰذا اگر میرٹھی صاحب اس کام سے باز ہی رہتے تو اچھا تھا، ان کو عربی زبان وادب سے اتنی واقفیت تو ہے نہیں، لیکن وہ "پنگا" لینے سے رہتے نہیں ہیں۔

ان کا یہ اعتراض بھی بالکل اسی طرز کا ہے۔حالانکہ بات واضح سی ہے کہ پہلے مسلمانوں کو خطاب تھا اور اب رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا گیا کہ آپ بھی ان سے کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو اجر وثواب ہے، وہ تمہاری تجارت اور کھیل کود سے بہت بہتر ہے۔اگر یہ خطاب بھی عام مسلمانوں کو ہوتا تو وہ اشکال آتا جو میرٹھی صاحب نے پیش کیا ہے۔

انکارِ حدیث نے منکرینِ حدیث کے دماغ سے سوچ وفکر کی صلاحیت ہی ختم کر دی ہے ۔کوئی باشعور بچہ بھی ایسی بے وقوفی نہیں ہانک سکتا، جیسی میرٹھی صاحب نے ہانک دی ہے۔

اعتراض نمبر ④ :

"(د) اس آیت میں مسلمانوں کا ذکر سمجھا جائے تو اس کا آیاتِ سابقہ سے کوئی ربط نہیں رہتا۔ایسی بے ربطی تو انسانوں کے کلام میں بھی نہیں ہوتی، پھر اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس کا کیا امکان ہے؟"

("صحیح بخاری کا مطالعہ" : ۱/۸۲)

جواب : ① قارئین کرام! لیجیے وہی ہوا جو ہم ابھی بتا رہے تھے کہ میرٹھی

صاحب انکارِ حدیث کے نشے میں عقل سے ہاتھ ہی دھو بیٹھے ہیں۔ بھلا اس آیت میں مسلمانوں کا ذکر ہونے سے بے ربطی کیسے آ گئی۔ پچھلی آیات میں بھی اہل ایمان کو خطاب ہے کہ جمعہ کی اذان سن کر خطبہ کی طرف جلدی جلدی آ جاؤ اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

جب نمازِ جمعہ ادا ہو چکے تو پھر دوبارہ اپنے کام کاج میں مشغول ہو جاؤ۔ ان کا ترجمہ گزشتہ اعتراض میں میرٹھی صاحب خود پیش کر چکے ہیں، قارئین وہاں سے پڑھ لیں اور اس سے اگلی آیت یہی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے کہ ان مسلمانوں سے کہہ دو کہ جو اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ تجارت اور کھیل تماشے سے بہت بہتر ہے۔ بھلا اس سے بے ربطی کیسے آ گئی؟

یہ ہے میرٹھی صاحب کی تحقیق وتنقید! نہ معلوم ایسے نامعقول شخص کو صحیح بخاری پر اعتراض کرنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟

② بے ربطی تو میرٹھی صاحب کی بیان کردہ تفسیر سے آتی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک اس آیت میں یہود کا تذکرہ ہے۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کر کے بتائیں کہ اہل ایمان کے خطاب کے ساتھ بغیر کسی فاصلے اور بغیر کسی صراحت کے یہود کا تذکرہ بے ربطی ہے یا اہل ایمان کو خطاب کے بعد مسلمانوں کا تذکرہ بے ربطی ہے؟

اعتراض نمبر ⑤ : ''(ہ) اس حدیث میں صحابہ کرام کی طرف جو عمل شنیع منسوب کیا گیا ہے، عصر حاضر کے جاہل مسلمانوں سے بھی اس کا صدور نہیں ہوسکتا، صحابہ کرام کا تو ذکر ہی کیا۔ ان واضح وجوہ کی بنا پر میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث باطل ہے اور اس میں جو قصہ مذکور ہے، قطعاً بے اصل ہے۔۔۔ یہاں میں یہ بتانے پر اکتفا کرتا ہوں کہ اس آیت میں ذکر یہود کا ہے۔۔۔'' ("صحیح بخاری کا مطالعہ": ۸۲/۱)

جواب : یہ ہے آخری زور جو میرٹھی صاحب نے پوری امتِ مسلمہ کے

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

اتفاقی فیصلے صحیح بخاری کے خلاف لگایا ہے، لیکن یہ بھی عقل کی کمی کا پروردہ ہے، کیونکہ:

① جب تک خطبہ سننے کی پابندی نہیں آئی تھی، اس وقت تک ایسا کرنا کوئی جرم نہ تھا کہ اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں کمی کا سبب بنے۔

② نماز میں کلام کی ممانعت آنے سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز کے اندر آپس میں بات چیت کر لیتے تھے۔ اگر کوئی جاہل کہہ دے کہ ''عصر حاضر کے جاہل مسلمانوں سے بھی اس کا صدور نہیں ہوسکتا، صحابہ کرام کا تو ذکر ہی کیا۔'' تو کیا اس سے اس حقیقت کا بھی انکار کر دیا جائے گا؟

③ اگر کوئی منکرِ قرآن اسی طرح کا اعتراض قرآنِ کریم پر کر دے اور کہہ دے کہ:

''سورۃ القصص (۲۸/۱۵) میں ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک ان کی قوم کا تھا اور دوسرے کا تعلق ان کے دشمنوں سے تھا۔ آپ علیہ السلام کی قوم کے آدمی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے آدمی کو مکّا مار کر اس کا کام تمام کر دیا، پھر اس کام پر نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی۔۔۔

قرآنِ کریم کی اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے یہ تحقیق نہیں کی کہ قصور کس کا ہے اور حق پر کون ہے، بلکہ محض تعصب کی بنا پر اسے قتل کر دیا۔۔۔ یہ کام تو عصر حاضر کے کسی منصف مزاج کافر سے بھی ممکن نہیں، موسیٰ علیہ السلام کا تو ذکر ہی کیا۔۔۔ اس وجہ سے میں اس آیت کو باطل سمجھتا ہوں اور اس میں جو قصہ مذکور ہے، وہ قطعاً بے اصل ہے۔'' (نقل کفر کفر نہ باشد)

تو منکرینِ حدیث کا اس کے پاس کیا جواب ہے؟ کیا اس اعتراض سے قرآنِ کریم کی صحت پر کوئی حرف آئے گا؟ جو جواب اس قرآنی آیت کا منکرینِ حدیث دیں گے، وہی ہماری طرف سے قبول کر لیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حق جو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اور باطل کو سمجھ کر اس سے بچنے کی ہمت عطا فرمائے! آمین!

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

دفاعِ حدیث

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ کے شانِ نزول کے متعلق عدی بن ثابت کی بیان کردہ حدیث

حافظ ابو یحییٰ نورپوری

قارئین کرام! سورۃ النساء میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴾ (النساء : ٤/٨٨)

''(اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہے کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے اعمالِ (بد) کی وجہ سے (سابقہ حالت کفر میں) لوٹا دیا ہے؟ کیا جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے، تم اس کو ہدایت دینا چاہتے ہو؟ جس شخص کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، تُو اس کے لیے (ہدایت کی) کوئی راہ نہیں پائے گا۔''

غزوۂ احد کے موقع پر مسلمانوں کے فوج مدینہ سے قریباً ایک ہزار کی تعداد میں مقامِ اُحد کی طرف نکلی تھی، لیکن کچھ منافقین راستے سے ہی واپس ہو گئے۔ اس پر بعض مسلمانوں نے نبیٔ اکرم ﷺ سے عرض کی کہ یہ کافر ہو گئے ہیں، لہٰذا ان سے قتال کیا جائے، لیکن بعض نے ان کے کلمہ گو ہونے کی وجہ سے قتال نہ کرنے کی تجویز پیش کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرما کر وضاحت فرما دی کہ منافقین کے بارے میں تمہاری دو آراء نہیں ہونی چاہئیں، بلکہ ایک ہی رائے ہو اور وہ یہ کہ اگر وہ کھلم کھلا اعلانِ بغاوت کر دیں تو ان سے قتال کیا جائے۔

اس آیتِ کریمہ کی یہی تفسیر صحیح بخاری کی حدیث میں موجود ہے، لیکن شبیر احمد ازہر میرٹھی صاحب نے اپنی دیرینہ روایت کے مطابق بغیر کسی معقول وجہ کے اس کا انکار کر دیا ہے۔ آیئے ان کے اعتراضات کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض نمبر ①: ''عدی بن ثابت غلو کار شیعہ، یعنی رافضی تھا اور

موقوف روایات کومرفوع بیان کر دینے کا خوگر۔ بہت سی صحیح حدیثیں بھی اس نے روایت کی ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے کچھ لوگوں نے اسے ثقہ قرار دیا ہے اور رافضی ہونے کی وجہ سے حضرت علی اور ان کی آل کے متعلق بے سروپا روایات بھی اس نے ذکر کی ہیں۔ بقول امام ابوحاتم شیعوں کی مسجد کا امام اوران کا واعظ تھا **کان امام مسجد الشّیعة وقاصّھم** . یحییٰ بن معین نے اسے **شیعیّ مفرط** (غالی شیعہ) اورابواسحاق جوزجانی نے **مائل عن القصد** (اعتدال سے ہٹا ہوا) بتایا ہے۔شعبہ نے کہا: **کان من الرّفاّعین** (موقوف روایات کومرفوع بیان کر دینے والا تھا)۔'' (''صحیح بخاری کا مطالعه'' : ۸۴/۱۔۸۵)

جواب: ① قارئین کرام! ہم پہلے بھی حدیث نمبر ⑥ کے دفاع میں یہ بات بہت واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ متقدمین جس راوی کو غالی شیعہ کہیں، اس کو رافضی قرار دینا نِری جہالت ہے، کیونکہ بصراحتِ محدثین ایسا راوی رافضی نہیں ہوتا۔ افسوس کہ ہمارا پالا جاہل لوگوں سے پڑا ہے!

تفصیل کے لیے حدیث نمبر ⑥ پر اعتراضات اوران کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

② موقوف روایات کو مرفوع بنا کر بیان کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی قول یا فعل کو بجائے صحابی کے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دینا۔ تُف ہے ایسی سوچ سمجھ پر! جو یہ بھی نہیں بھانپ سکے کہ اس بات کا تعلق سرے سے اس حدیث سے نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں آیتِ کریمہ کا شانِ نزول سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا ہے۔ اگر اس شانِ نزول کے بیان کو رسولِ کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا تو عدی بن ثابت پر یہ اعتراض ہوسکتا تھا کہ ممکن ہے اس نے کسی صحابی کا قول رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔

اگر میرٹھی صاحب کے کسی معتقد کے ذہن میں یہ بات آئے کہ اُحد کی طرف نکلنے کی بات تو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہے نا! تو اس سے بڑی جہالت اور کوئی نہیں، کیونکہ یہ کسی صحابی

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

کا فعل نہیں ہوسکتا کہ عدی بن ثابت نے اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہو، بلکہ اتفاقی طور پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لے کر رسول اللہ ﷺ خود ہی اُحد کی طرف نکلے تھے۔

موجودہ صورتِ حال میں عدی بن ثابت پر یہ جرح نقل کرنا سوائے ورق سیاہ کر کے کتاب کا حجم بڑھانے کے اور کچھ بھی نہیں۔

③ خود میرٹھی صاحب نے اقرار کر لیا ہے کہ بہت سی صحیح احادیث بھی اس نے بیان کی تھیں۔ یقیناً یہ حدیث بھی ان بہت سی صحیح حدیثوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اگر یہ ان میں سے نہ ہوتی تو امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر کبار محدثین کو ضرور معلوم ہو جاتا اور وہ ضرور اس کی وضاحت کر دیتے۔ حیرت ہے کہ فن حدیث کے امام تو اس سے بے خبر رہے اور شیعہ اور رافضی کا فرق بھی نہ سمجھ سکنے والے میرٹھی صاحب اس سے واقف ہو گئے!

④ میرٹھی صاحب کا یہ جھوٹ بھی بکری کو اونٹ کہنے کے مترادف ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے ثقہ قرار دیا ہے، کیونکہ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ان کی توثیق کی ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عدی بن ثابت ثقہ ہیں۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۲/۷، وسندہٗ صحیحٌ)

۲۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو صدوق . ''وہ سچے راوی ہیں۔'' (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم : ۲/۷)

۳۔ امام احمد بن عبداللہ العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **عدیّ بن ثابت الأنصاریّ ثقة ثبت فی الحدیث ... وکان شیخا عالیا فی عداد الشّیوخ ...**

''عدی بن ثابت انصاری حدیث میں بہت ہی زیادہ قابل اعتماد تھے۔۔۔ شیوخ میں سے وہ بڑے عالی قدر شیخ تھے۔۔۔'' (الثقات للعجلی : ۱۲۲۲)

۴۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وعدیّ ثقة .** ''اور عدی (بن ثابت) ثقہ راوی ہیں۔'' (سوالات البرقانی للدارقطنی : ۳۹۹)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

۵۔ امام ابنِ شاہین رحمہ اللہ نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

(تاریخ اسماء الثقات : ۱۰۷۱)

۶۔ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ کہا ہے۔(الثقات لابن حبان : ٤٧٨٥)

۷۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب صحیح مسلم میں ان کی بہت سی احادیث پیش کر کے ان کی ثقاہت پر مہر لگائی ہے۔

(صحیح مسلم : ۷۵، ۷۸، ٤٦٤، ٦٦٦، ۱۰۱۵، ۱۰۲۰، وغیرھا)

۸۔ امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عدی بن ثابت ثقہ ہیں، کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب صحیح ابنِ خزیمہ میں ان کی کئی احادیث پیش کی ہیں، جو کہ ان کی طرف سے توثیق ہیں۔(صحیح ابن خزیمة : ۵۲۲، ۹۲۵، ۱٤۳٦، ۱۵۹۰، وغیرھا)

۹۔ امام ابن الجارود رحمہ اللہ نے بھی ان کی توثیقِ ضمنی کی ہے۔

(المنتقی لابن الجارود : ٦٨١)

۱۰۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ان کی احادیث کو ''بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دے کر ان کی توثیق کی ہے۔(المستدرك علی الصحیحین للحاکم : ۸۹۳، ۳۳۰۳، وغیرھا)

۱۱۔ امام الضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے بھی ان کی احادیث کو صحیح قرار دے کر ان کی توثیق کی ہے۔(المختارة للضیاء المقدسی : ۲۵۱، وغیرھا)

۱۲۔ مسند ابی عوانہ میں بھی ان کی احادیث موجود ہیں، جو کہ امام ابوعوانہ کے نزدیک ان کے ثقہ ہونے کی دلیل ہیں۔(مسند ابی عوانة : ۱۱۵٤، ۱۷۷۳، وغیرھا)

۱۳۔ ناقدِ رجال حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے سارے اقوال کو مدِ نظر رکھ کر لکھا ہے:

ثقة ، لكنّه قاصّ الشّيعة وإمام مسجدهم بالكوفة .

''وہ ثقہ تھے، لیکن شیعہ کے واعظ اور کوفہ میں ان کی مسجد کے امام تھے۔''

(الکاشف للذھبی : ۳۷۵۸)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

۱۴۔ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بھی سب محدثین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثقة ، رمی بالتّشیّع . ''ثقہ تھے، ان پر شیعہ ہونے کا الزام ہے۔''

(تقریب التهذیب لابن حجر : ٤٥٣٩)

ان کے علاوہ بھی بہت سے ماہرینِ رجالِ حدیث کے اقوال پیش کیے جا سکتے ہیں، لیکن وہ طوالت کا باعث ہوں گے۔

اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ کر لیں کہ حدیث کے اماموں اور ماہرینِ فن لوگوں کی بات معتبر ہوگی یا میرٹھی صاحب کی، جن کو متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحِ ''شیعہ'' میں موجود فرق کا بھی علم نہیں؟

رہی یہ بات کہ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عدیّ بن ثابت ممّن یجب التّثبّت فی نقله .

''عدی بن ثابت ان لوگوں میں سے ہیں، جن کی نقل کردہ روایات کی تحقیق کرنا ضروری ہے۔'' (تهذیب التهذیب لابن حجر : ١٦٥/٧)

اوّلاً تو اس کی سند معلوم نہیں، نہ ہی ہمیں امام طبری رحمہ اللہ کی کسی کتاب میں یہ قول ملا ہے۔

ثانیاً یہ کوئی ایسی جرح نہیں، جس سے عدی بن ثابت کا رافضی یا جھوٹا ہونا لازم آتا ہو۔

رہا امام دارقطنی کا ان کو غالی رافضی کہنا (سوالات السلمی للدارقطنی : ٢٠١) تو وہ ثابت نہیں ہے، کیونکہ ان سے یہ قول بیان کرنے والا راوی ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین السلمی خود گمراہ صوفی تھا۔

اس کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ، محمد بن یوسف القطان سے نقل کرتے ہیں:

کان أبو عبد الرّحمن السّلمی غیر ثقة ... وکان یضع للصّوفیة الأحادیث . ''ابوعبدالرحمٰن السلمی ثقہ نہیں تھا، یہ صوفیوں کے لیے احادیث گھڑتا تھا۔''

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

(تاریخ بغداد : ۲/۲۴۸)

نیز وہ اس حسین بن منصور الحلاج گمراہ وکافر صوفی کا معتقد تھا، جس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **فتدبّر یا عبد اللّٰہ ! نحلة الحلّاج الّذی هو من رؤوس القرامطة ، ودعاة الزندقة ، وأنصف ، وتورّع ، واتّق ذلک ، وحاسب نفسک ، فإن تبرهن لک أنّ شمائل هذا المرء شمائل عدوّ للإسلام ، محبّ للرّئاسة ، حریص علی الظّهور بباطل وبحقّ ، فتبرّأ من نحلته ، وإن تبرهن لک ۔ والعیاذ باللّٰہ ۔ أنّه کان ۔ والحالة هذه ۔ محقّا ، هادیا ، مهدیّا ، فجدّد إسلامک ، واستغث بربّک أن یوفّقک للحقّ ، وأن یثبّت قلبک علی دینه ، فإنّما الهدی نور یقذفه اللّٰہ فی قلب عبده المسلم ، ولا قوّة إلّا باللّٰہ ...**

''اے اللہ کے بندے ! آپ اس حلاّج کے مذہب پر غور کریں ، جو کہ قرامطہ (غالی اور خطرناک قسم کے رافضی لوگوں) کا ایک سردار اور الحاد و بے دینی کا زبردست داعی تھا ۔ آپ انصاف وغیر جانبداری سے کام لیں، اس سے بچ جائیں اور اپنے نفس کا محاسبہ کریں ۔ اگر آپ کے لیے واضح ہو جائے کہ اس شخص کے خصائل اسلام دشمن ، حکومت پسند اور باطل وحق کے اختلاط کے ساتھ غلبہ حاصل کرنے کے خواہش مند شخص کے خصائل ہیں تو فوراً اس کے مذہب سے دستبردار ہو جائیے ! اور اللہ نہ کرے ، اگر اس صورتِ حال کے باوجود آپ کو وہ حق بجانب ، ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ نظر آئے تو اپنے اسلام کی تجدید کیجیے اور اپنے ربّ سے مدد مانگیے کہ وہ آپ کو حق کی توفیق دے اور آپ کے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھے، کیونکہ ہدایت تو ایک نور ہے ، جسے اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندے کے دل میں جاگزیں کر دیتا ہے ۔ گمراہی سے بچنے اور حق کو پانے کی قوت وطاقت صرف الہ تعالیٰ دیتا ہے ۔۔۔'' (سیر اعلام النبلاء : ۱۴/۳۴۵)

اسی لیے خود حافظ ذہبی رحمہ اللہ ابوعبد الرحمٰن السلمی کے بارے میں لکھتے ہیں :

وما هو بالقویّ فی الحدیث . ''یہ حدیث میں قوی نہیں تھا۔''

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

(سیر اعلام النبلاء للذھبی : ۲۵۱/۱۷)

ان وجوہ کی بنا پر امام دارقطنی کا عدی بن ثابت کو رافضی کہنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ پایا، البتہ ان کا عدی بن ثابت کو ثقہ کہنا ہم ثابت کر چکے ہیں۔ والحمد للہ !

اگر کوئی امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اس قول کو ثابت ہی سمجھے تو بھی یہ قول عدی بن ثابت کے ضعف پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ امام موصوف نے ان کو غالی رافضی کہنے کے متصل پہلے ان کو ثقہ بھی قرار دیا ہے، جبکہ غالی رافضی تو کافر ہوتے ہیں۔ بھلا امام دارقطنی رحمہ اللہ جیسا شخص ایک کافر کو ثقہ کیسے قرار دے سکتا ہے؟ اگر یہ قول تسلیم کیا جائے تو اس کو مبالغہ پر محمول کیا جائے گا۔

⑤ جب میرٹھی صاحب عدی بن ثابت کا رافضی ہونا ہی ثابت نہیں کر سکے تو یہ کہنا سینہ زوری ہے کہ: ''رافضی ہونے کی وجہ سے حضرت علی اور ان کی آل کے متعلق بے سروپا روایات بھی اس نے ذکر کی ہیں۔''

محدثین کرام کی ایک بڑی جماعت ان کو حدیث میں قابل اعتماد قرار دے رہی ہے۔ ان سب کے خلاف میرٹھی صاحب کی خود ساختہ بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

⑥ میرٹھی صاحب نے امام ابوحاتم رحمہ اللہ کا قول پیش کرنے میں خیانت سے کام لیا ہے، وہ اس طرح کہ ان کا یہ قول تو پیش کر دیا ہے کہ وہ شیعہ کے امام اور واعظ تھے، لیکن اس سے پہلے الفاظ ذکر نہیں کیے، کیونکہ وہ ان کے خلاف تھے۔ ہم باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے شیعہ کا امام وواعظ کہنے سے پہلے عدی بن ثابت کو ''صدوق'' یعنی سچا راوی قرار دیا ہے۔

یہ میرٹھی صاحب کے منہ پر ایک زوردار علمی طمانچہ ہے کہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ شیعہ ہونے کے باوجود اسے سچا قرار دے رہے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ ہونا اصولِ حدیث میں کوئی جرح نہیں ہے اور میرٹھی صاحب کا اس پر بے سروپا روایات بیان کرنے کا الزام لگانا بہت بڑا بہتان ہے۔

⑦ رہا امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا عدی کو غلو کار شیعہ کہنا تو اوّلاً اس کی کوئی سند ہمیں

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

نہیں مل سکی۔ ثانیاً اس کا معنیٰ رافضی ہونا نہیں، لہٰذا یہ کوئی جرح نہیں، جیسا کہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں۔

⑧ ابواسحاق جوزجانی کا انہیں **مائل عن القصد** (اعتدال سے ہٹے ہوئے) قرار دینا تو یہ کونسی جرح ہے؟ متقدمین کی اصطلاح میں جن کو شیعہ کہا جاتا تھا، وہ واقعی اعتدال سے ہٹے ہوئے ہوتے تھے، لیکن ان کا اعتدال سے ہٹنا انہیں کفر تک نہیں لے جاتا تھا، نہ ہی اس بے اعتدالی میں وہ جھوٹ بولتے تھے، لہٰذا اس کا ان کی حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نیز ہم حدیث نمبر ⑥ میں بیان کر چکے ہیں کہ ابواسحاق جوزجانی ناصبی ہیں۔ شیعہ راویوں کے خلاف جرح میں وہ خود اعتدال سے ہٹ جاتے ہیں، لہٰذا ان کی یہ جرح اصولاً بھی مردود ہے۔

⑨ رہا امام شعبہ رحمہ اللہ کا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ موقوف روایات کو مرفوع بیان کر دینے والے تھے تو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس جرح کا تعلق اس حدیث سے ہے ہی نہیں، یہ بات میرٹھی صاحب کی کم عقلی کو ظاہر کرنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

یہ تھے میرٹھی صاحب کے عدی بن ثابت پر اعتراضات والزامات جن کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اب آپ خود انصاف سے کام لے کر فیصلہ کریں کہ بھلا اس وجہ سے حدیثِ صحیح بخاری کا انکار کرنا عدل وانصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے یا نہیں؟

❀❀❀❀❀❀❀

مذاکرۂ حدیث

صحابیٔ رسول سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تذاکروا الحدیث ، فإنّ الحدیث یهیج الحدیث . ''تم حدیث کا مذاکرہ کیا کرو، کیونکہ ایک حدیث دوسری کو حرکت دیتی ہے۔'' (سنن الدارمی : ح ٥٩٥، واللفظ له ، شرف اصحاب الحدیث للخطیب البغدادی : ١٩٦، وسندهٗ صحیحٌ)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

انگوٹھے چومنے کی شرعی حیثیت!

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا:

أطيعوني ما أطعت الله ورسوله ، فإذا عصيت الله ورسوله فلا طاعة لي عليكم .

''میری اطاعت اس وقت تک کرنا، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تمہارے اوپر میری کسی قسم کی کوئی اطاعت فرض نہیں۔'' (السيرة لابن هشام : ٦/٨٢، وسندهٗ حسنٌ)

ہمارا فرض بنتا ہے کہ غلو وتقصیر سے بچتے ہوئے نبیٔ اکرم ﷺ کی سنتوں کو حرزِ جان بنائیں۔ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کی عزت وتوقیر بجالائیں، جیسا کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (٦٧٣۔٧٤٨ھ) نے کیا خوب فرمایا ہے: **فالغلو والإطراء منهي عنه ، والأدب والتوقير واجب ، فإذا اشتبه الإطراء بالتوقير توقف العالم وتورع ، وسأل من هو أعلم منه حتى يتبين له الحق ، فيقول به ، وإلا فالسكوت واسع له ، ويكفيه التوقير المنصوص عليه في أحاديث لا تحصى ، وكذا يكفيه مجانبة الغلو الذي ارتكبه النصارى في عيسى ما رضوا له بالنبوة حتى رفعوه إلى الإلهية وإلى الوالدية ، وانتهكوا رتبة الربوبية الصمدية ، فضلوا وخسروا ، فإن إطراء رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤدي إلى إساءة الأدب على الرب ، نسأل الله تعالى أن يعصمنا بالتقوى ، وأن يحفظ علينا حبنا للنبي صلى الله عليه وسلم كما يرضى .**

''غلو اور اطراء (تعظیم میں حد سے بڑھ جانا) ممنوع

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

ہے، جبکہ ادب اور توقیر واجب ہے۔ جب اطراء اور توقیر مشتبہ ہو جائیں تو عالم آدمی کو توقف کرنا چاہیے اور رک جانا چاہیے، حتی کہ وہ اپنے سے بڑے عالم سے اس بارے میں دریافت کرلے، تاکہ اس کے لیے حق واضح ہو جائے، پھر وہ اس کے بارے میں بات کرے، ورنہ خاموشی ہی اس کے لیے اچھی ہے۔ اسے وہی توقیر کافی ہے، جس پر بے شمار احادیث میں نص قائم کردی گئی ہے، اسی طرح اسے اس غلو سے بچنا کافی ہے، جس کا ارتکاب نصاریٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا۔ وہ ان کی نبوت پر راضی نہیں ہوئے، یہاں تک کہ انہوں نے ان کو الوہیت اور والدیت تک پہنچا دیا اور ربوبیت وصمدیت کا رتبہ گرا دیا۔ وہ گمراہ اور ناکام ہوگئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں حد سے بڑھنا اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ تقویٰ کے ذریعے ہمیں بچالے اور جیسے اسے پسند ہے، اسی طرح ہمارے دلوں میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت محفوظ کرے۔'' (میزان الاعتدال للذهبي : ٦٥٠/٢)

''قبوری فرقہ'' نے غلو میں انتہا کردی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کی بجائے بدعات کا بازار گرم کررکھا ہے۔ ان کی جاری کردہ بدعات میں سے ایک بری بدعت یہ ہے کہ یہ لوگ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی، اسمِ گرامی سن کر انگوٹھے چومتے ہیں۔ اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ اگر یہ کوئی نیکی کا کام ہوتا یا شریعت کی رُو سے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر ہوتی تو صحابہ کرام اور ائمہ عظام ضرور بالضرور اس کا اہتمام کرتے۔ وہ سب سے بڑھ کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والے تھے۔ کسی ثقہ امام سے اس کا جواز یا استحباب ثابت نہیں، لہٰذا یہ دین نہیں، بلکہ دین کی خلاف ورزی ہے۔

اس بدعت کے ثبوت پر مبتدعین کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلیل نمبر ① : سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق مسند الفردوس از دیلمی میں روایت ہے: **أنّه لمّا سمع قول المؤذّن : أشهد أنّ محمّدا**

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

رسول اللّٰه ، قال هذا ، وقبّل باطن الأنملتين السبّابتين ، ومسح عينيه ، فقال صلّى اللّٰه عليه وسلّم : من فعل مثل ما فعل خليلي ، فقد حلّت عليه شفاعتي .

''جب آپ ﷺ نے مؤذن کو أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه کہتے سنا تو یہی الفاظ کہے اور دونوں انگشتِ شہادت کے پورے جانبِ زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا، جو ایسا کرے، جیسا کہ میرے پیارے نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے۔'' (المقاصد الحسنة للسخاوی : ص ٣٨٤)

تبصرہ : ① یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے۔ اس کے ''صحیح'' ہونے کے مدعی پر سند پیش کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ساتھ راویوں کی توثیق اور اتصالِ سند بھی ضروری ہے۔ یہ بدعتیوں کی شان ہے کہ وہ سندوں سے گریزاں ہیں۔

② پھر مزے کی بات یہ ہے کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ (٨٣١۔٩٠٢ھ) نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ: لا یصحّ . ''یہ روایت صحیح نہیں ہے۔''

بعض بدعتی یہ کہتے ہیں کہ لا یصحّ . ''یہ روایت صحیح نہیں ہے۔'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ''حسن'' بھی نہیں ہے، یہ ان کے اپنے منہ کی بات ہے، ہمیں اس روایت کی سند درکار ہے، جسے پیش کرنے سے بدعتی لوگ قاصر رہتے ہیں۔

دلیل نمبر ② : سیدنا خضر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا: من قال حين يسمع المؤذّن يقول : أشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه ، مرحبا بحبّي وقرّة عيني محمّد بن عبد اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، ثمّ يقبّل إبهاميه ، ويجعلهما على عينيه ، لم يرمد أبدا . ''جو شخص مؤذن سے اشهد أنّ محمّدا رسول اللّٰه کے الفاظ سن کر مرحبا بحبّي وقرّة عيني محمّد بن عبد اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم کہے، پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے، اس

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

آنکھیں کبھی نہ دیکھیں۔'' (المقاصد الحسنة للسخاوی : ص ٣٨٤)

تبصرہ : یہ بے سند و بے ثبوت روایت ''ضعیف'' اور باطل ہے، حافظ سخاوی رحمہ اللہ اس کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه .**

''یہ ایسی سند کے ساتھ ہیں، جس میں کئی مجہول راوی ہیں، ساتھ ساتھ انقطاع بھی ہے۔''

مبتدعین اس بحث میں پڑ جاتے ہیں کہ ''مجہول'' راوی کی روایت ''ضعیف'' نہیں ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ راویوں کی جہالت تو حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے بیان کی، آپ اس کی سند تو پیش کریں۔ رہا مسئلہ ''مجہول'' راوی کی روایت کا تو لیجیے امام شافعی رحمہ اللہ کا فرمان سن لیں:

لا نقبل خبر من جهلناه ، و كذلك لا نقبل خبر من لم نعرفه بالصدق وعمل الخير . ''ہم (محدثین) مجہول راوی کی حدیث کو قبول نہیں کرتے، نہ ہی اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں، جس کی سچائی اور نیکی کو ہم نہیں جانتے۔''

(اختلاف الحديث للشافعي : ١٣، معرفة السنن والآثار للبيهقي : ١٢/١)

دوسری بات یہ ہے کہ دین متصل روایات کا نام ہے۔ صحیح حدیث کی شرطوں میں بنیادی شرط یہ ہے کہ اس کی سند متصل ہو۔ کیا کریں کہ ہمارا واسطہ ایسے لوگوں سے پڑا ہے، جن کو اپنی بدعتوں کی پڑی ہے، محدثین کے اصولوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔

اب ان روایات کے متعلق علمائے کرام کی آراء بھی سن لیں:

حافظ سخاوی رحمہ اللہ (٨٣١۔٩٠٢ھ) لکھتے ہیں: **لا يصحّ في المرفوع من كلّ هذا شيء .** ''اس معنیٰ کی مرفوع احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(المقاصد الحسنة للسخاوي : ص ٣٨٥)

ملا علی قاری حنفی (م١٠١٤ھ) لکھتے ہیں: **كلّ ما يروى في هذا ، فلا يصحّ رفعه البتّة .** ''اس بارے میں جتنی بھی مرفوع روایات ہیں، ان میں سے کوئی

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

بھی قطعاً ثابت نہیں ہے۔'' (الموضوعات الکبریٰ للقاری الحنفی : ص ۲۱۰)

ابنِ عابدین حنفی (۱۱۹۸۔۱۲۵۲ھ) نقل کرتے ہیں: **لا یصحّ فی المرفوع من کلّ ھذا شیء .** ''ان سب میں سے کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں۔''

(ردّ المحتار لابن عابدین الحنفی : ۲۹۳/۱)

ہم کہتے ہیں کہ ان روایات کے ''صحیح'' یا ''ضعیف'' ہونے کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔ پہلے ان کی سندیں دکھائی جائیں، ورنہ بدعتی تسلیم کریں کہ ان کا ''دین'' بے سند ہے۔

تنبیہ : ① ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: **وإذا ثبت رفعه إلی الصدّیق رضی اللّٰه تعالی عنه فیکفی للعمل به .** ''جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک اس کا پہنچنا ثابت ہو گیا ہے تو عمل کرنے کے لیے یہی دلیل کافی ہے۔''

(الموضوعات الکبریٰ للقاری الحنفی : ص ۲۱۰)

تبصرہ : پہلے اس کی سند پیش کی گئی، پھر راویوں کی توثیق پیش کی جائے۔ ایک ملا کی بات کا کیا اعتبار؟

② احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب (۱۳۲۴۔۱۳۹۱ھ) ''انجیل برنباس'' کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''اس میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس (نورِ مصطفوی) کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھے کے ناخنوں میں چمکا دیا گیا۔ انہوں نے فرطِ محبت سے ان ناخنوں کو چوما اور انگوٹھوں سے لگایا۔'' ("جاء الحق" از نعیمی : ۳۹۸/۱)

تبصرہ : ہمیں قرآن وحدیث کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، محرف ومبدل کتابوں کے حوالے وہی ذکر کرتے ہیں، جن کے پاس قرآن وحدیث کی دلیل نہ ہو۔ ذرا اپنے مزعوم امام ابوحنیفہ سے تو اس کا ثبوت فراہم کریں یا کسی ثقہ مسلمان سے باسندِ صحیح ایسا کرنا ثابت کر دیں!

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

نیز احمد یار خان نعیمی بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، پھر بھی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔'' ("جاء الحق" : ۴۰۱/۱)

ہمارا مطالبہ سند کا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق فضائل اعمال سے نہیں، بلکہ شرعی احکام سے ہے کہ اذان میں نبیٔ اکرم ﷺ کا نامِ مبارک سن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں یا نہیں، فضائل کی بات تو بعد میں ہے۔

قارئین کرام خوب یاد رکھیں کہ دین ''صحیح'' روایات کا نام ہے، فضائل کا تعلق بھی دین سے ہے۔

امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں: **ولم أعتبر ذلک الضعیف ، لأنّ روایة الواھی ومن لم یرو سیان .** ''میں نے اس ضعیف راوی کا اعتبار نہیں کیا، کیونکہ کمزور راوی کی روایت نہ ہونے کے برابر ہے۔'' (الثقات لابن حبان : ۱۵۹/۹)

نیز لکھتے ہیں: **کأنّ ما روی الضعیف وما لم یرو فی الحکم سیان .**

''گویا کہ ضعیف کی روایت حکم میں نہ ہونے کے برابر ہے۔''

(المجروحین لابن حبان : ۳۲۸/۱، ترجمة سعید بن زیاد الداری)

حافظ ابنِ حجر العسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳۔۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: **ولا فرق فی العمل بالحدیث فی الأحکام أو فی الفضائل ، إذ الکلّ شرع .**

''احکام یا فضائل میں حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں (فضائل اور احکام) شریعت ہی تو ہیں۔'' (تبیین العجب بما ورد فی شھر رجب لابن حجر : ص ۲)

''ضعیف'' حدیث کو کوئی بھی دین نہیں کہتا!

جناب احمد یار خان نعیمی گجراتی بریلوی صاحب لکھتے ہیں: ''اور اس کو حرام

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

کہنا محض جہالت ہے، جب تک کہ ممانعت کی صریح دلیل نہ ملے، اس کو منع نہیں کر سکتے۔ استحباب کے لیے مسلمانوں کا مستحب جاننا ہی کافی ہے، مگر کراہت کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہے۔'' ("جاء الحق" : ۳۹۹/۱)

کوئی ثقہ مسلمان ایسا نہیں ہے، جس سے باسندِ صحیح انگوٹھے چومنے کو مستحب کہنا ثابت ہو۔ مدعی پر دلیل لازم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لگتا ہے کہ نعیمی صاحب کو اپنی ذکر کردہ روایات پر اعتبار نہیں ہے، تبھی تو لوگوں کا بے ثبوت عمل پیش کر رہے ہیں، ہم تو اس فعل کو بدعت کہتے ہیں، کیونکہ اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ممانعت کی صریح دلیل نہیں، اس لیے اس کو ناجائز و بدعت نہیں کہنا چاہیے، یہ قول خود ''محض جہالت'' ہے، کیونکہ بدعتیوں کا اپنی ایجاد کردہ بدعات کو آخری سہارا یہی ہوتا ہے، حالانکہ عبادات اور دین کے متعلق احکام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت سے کیے جاتے ہیں، ممانعت کو نہیں، اذن و اجازت کو دیکھا جاتا ہے۔ اس ''محض جہالت'' پر مبنی بات کو مان لیا جائے کہ ممانعت نہیں آئی، اس لیے جائز ہے تو پھر ہر بدعت والا کام دین کا حصہ قرار پائے گا۔ اگر کوئی عید الفطر سے پہلے اذان کہے، جبکہ اس کے بارے میں ممانعت صریح کہیں بھی نہیں ہے، تو کیا وہ مستحب کہلوائے گی؟

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ (۵۹۹۔۶۶۵ھ) فرماتے ہیں:

فكلّ من فعل أمرا موهما أنّه مشروع ، وليس كذلك ، فهو غال في دينه ، مبتدع فيه ، قائل على اللّٰه غير الحقّ ، بلسان مقاله ، أو لسان حاله .

''ہر وہ شخص جو کسی کام کو مشروع سمجھتے ہوئے کرتا ہے، حالانکہ وہ مشروع نہیں ہوتا تو وہ اپنے دین میں غلو سے کام لینے والا، دین میں بدعت نکالنے والا اور زبانِ قال یا زبانِ حال کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا ہوتا ہے۔'' (الباعث على انكار البدع والحوادث : ص ۲۰۔۲۱)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

جسم کو گود کر نشانات بنانا شرعاً حرام ہے!

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری

بازو یا جسم کے کسی بھی حصہ پر سوئی یا کسی بھی چیز سے گود کر رنگ یا سرمہ بھرنا، پھر اپنا یا محبوب کا لکھنا، نشان یا نقش وغیرہ بنانا مرد و زن سب کے لیے حرام، کبیرہ گناہ اور موجبِ لعنت ہے، جیسا کہ:

① سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة .

''اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی عورتوں پر اور جسم کو گود کر نشان بنانے والی اور بنوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٩٤٧، صحيح مسلم : ٢١٢٤)

② سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: **لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والمتنمّصات ، والمتفلّجات للحسن ، المغيّرات خلق الله ، ما لي لا ألعن من لعن رسول الله ، وهو في كتاب الله .**

''اللہ تعالیٰ نے جسم کو گود کر نشان بنانے والیوں پر اور بنوانے والیوں پر، چہرے سے بال نوچنے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر، اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ مجھے کیا ہے کہ میں اس پر لعنت نہ کروں، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، یہ بات اللہ کی کتاب میں بھی ہے۔''

(صحيح البخاري : ٥٩٤٨، صحيح مسلم : ٢١٢٥)

③ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کو گود کر رنگ بھرنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحيح البخاري : ٥٩٤٨، صحيح مسلم : ٢١٨٧)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

④ سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: أنّ النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم نهی عن ثمن الدم ، وثمن الکلب ، وآکل الربا ومؤکله ، والواشمة والمستوشمة . ”یقیناً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت سے منع فرمایا اور سود کھانے والے اور کھلانے والے اور جسم کو گود کر نشان بنانے والی عورتوں اور بنوانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ (صحیح البخاری : ٥٩٤٥)

⑤ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: أتی عمر بامرأة تشم ، فقام ، فقال : أنشدکم باللّٰہ ، من سمع من النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم فی الوشم ؟ فقال أبو هریرة : فقمت ، فقلت : یا أمیر المؤمنین ! أنا سمعت ، قال : ما سمعت ؟ قال : سمعت النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم یقول : لا تشمن ، ولا تستوشمن . ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جو جسم کو گود کر نشان بناتی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں، کس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسم کو گود کر نشان بنانے کے بارے میں سنا ہے؟ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اور عرض کیا، اے امیر المومنین! میں نے سنا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ نے کیا سنا ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عورتیں نہ تو جسم کو گود کر نشان بنائیں اور نہ ہی بنوائیں۔“ (صحیح البخاری : ٥٩٤٦)

تنبیہ : قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دخلت أنا وأبی علی أبی بکر ، وإذا هو رجل أبیض ، خفیف الجسم ، عنده أسماء ابنة عمیس تذبّ عنه ، وهی موشومة الیدین ، کانوا وشموها فی الجاهلیّة نحو وشم البربر . ”میں اور میرے والد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ سفید رنگ، ہلکے جسم والے شخص تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ اسماء بنتِ

عمیس رضی اللہ عنہا آپ سے مکھیاں اڑا رہی تھیں، ان کے ہاتھوں میں گود کر نشانات ڈالے ہوئے تھے۔ ان کے گھر والوں نے دورِ جاہلیت میں حبشیوں کی طرز پر ان کو گودا تھا۔''

(تهذيب الآثار للطبرى : ١٥٤، وسندهٗ صحيحٌ)

اس کی ایک وجہ تو یہ بیان ہوگئی ہے کہ دورِ جاہلیت میں ایسا ہوگیا۔ اس روایت کی سند کو ''صحیح'' قرار دیتے ہوئے دوسری وجہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے کہ اس فعل کے بارے میں ممانعت ان تک نہیں پہنچی ہوگی یا ان کے ہاتھ پر کوئی زخم ہوگا، گودنے کے نشان کی مانند اس کا نشان باقی رہ گیا ہوگا۔'' (فتح البارى لابن حجر : ١٠/٣٧٦-٣٧٧)

اس قبیح فعل کو علامہ قرطبی رحمہ اللہ (تفسير القرطبى : ٥/ ٣٩٣) اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ (اعلام الموقعين : ٤/ ٤٠٣) نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

یاد رہے کہ اس گناہ کے خاتمہ کے لیے توبہ ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں بگاڑ کا باعث ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کا بیان نقل کیا ہے، یہ فعل اس کے زمرہ میں آتا ہے:

﴿ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ﴾ (النساء : ١١٩)

''میں ضرور ان کو حکم دوں گا اور وہ لوگ ضرور اللہ کی تخلیق کو بدلیں گے۔''

اللّٰھمّ وفّقنا لما تحبّ وترضیٰ!

✳✳✳✳✳✳✳

معیارِ حق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (٦٦١-٧٢٨ھ) فرماتے ہیں:

وكلّ قول ينفرد به المتأخّر عن المتقدّمين، ولم يسبقه إليه أحد منهم، فإنّه يكون خطأ. ''ہر وہ بات جو متقدمین سے ہٹ کر کوئی متاخر کہے اور اس سے پہلے متقدمین میں سے کسی نے وہ بات نہ کہی ہو تو وہ یقیناً غلط ہوگی۔'' (مجموع الفتاوى : ٢١/ ٢٩١)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

اہل سنت کون؟

حافظ ابو یحییٰ نور پوری

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۳۹۲۔۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أمّا الكلام في الصفات ، فإنّ ما روى منها في السنن الصحاح ، مذهب السلف إثباتها وإجراؤها على ظواهرها ، ونفى الكيفيّة والتشبيه عنها ، وقد نفاها قوم ، فأبطلوا ما أثبته اللّٰه ، وحقّقها قوم من المثبتين ، فخرجوا في ذلك إلى ضرب من التشبيه والتكييف ، والقصد إنّما هو سلوك الطريقة المتوسّطة بين الأمرين ، ودين اللّٰه تعالى بين الغالي فيه والمقصّر عنه . والأصل في هذا أنّ الكلام في الصفات فرع الكلام في الذات ، ويحتذى في ذلك حذوه ومثاله ، فإذا كان معلوما أنّ إثبات ربّ العالمين إنّما هو إثبات وجود لا إثبات كيفية ، فكذلك إثبات صفاته إنّما هو إثبات وجود لا إثبات تحديد وتكييف . فإذا قلنا : للّٰه يد وسمع وبصر، فإنّما هي صفات أثبتها اللّٰه لنفسه ، ولا نقول : إنّ معنى اليد القدرة ، ولا إنّ معنى السمع والبصر العلم ، ولا نقول : إنّها جوارح . ولا نشبّهها بالأيدى والأسماع والأبصار التي هي جوارح وأدوات للفعل ، ونقول : إنّما وجب إثباتها لأنّ التوقيف ورد بها ، ووجب نفي التشبيه عنها لقوله : ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾(الشورى : ١١) ، ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾ (الاخلاص : ٤)

''رہی صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں بات تو جو صحیح احادیث ان کے بارے میں مروی ہیں، سلف صالحین کا مذہب یہ ہے کہ ان کا اثبات کیا جائے اور ان کو ظاہر پر رکھا جائے، نیز ان سے کیفیت وتشبیہ کی نفی کی جائے۔ لیکن کچھ لوگوں نے ان صفاتِ باری تعالیٰ کا انکار کر دیا ہے، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ثابت کردہ چیز کا ابطال کیا ہے، جبکہ بعض لوگوں نے ان کو ثابت کیا ہے، لیکن وہ اس سلسلے میں ایک قسم کی تشبیہ وتکییف کی طرف نکل گئے ہیں۔ اعتدال ان دونوں راستوں کے درمیان چلنے کا نام ہے، کیونکہ اللہ کا دین غلو وتقصیر کے درمیان میں ہے۔

اس بارے میں دلیل یہ ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کلام ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کلام کی فرع ہے، لہٰذا ان میں بھی اسی طرح کی روش اختیار کی جائے گی۔ جب یہ بات معلوم ہے کہ رب العالمین کا اثبات صرف ایک وجود کا اثبات ہے، کیفیت کا نہیں تو اسی طرح ہی صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات بھی صرف وجود کا اثبات ہوگا، تحدید وتکییف کا نہیں۔ جب ہم کہیں گے کہ اللہ کا ہاتھ، سمع اور بصر ہے تو یہ وہ صفات ہیں، جن کو خود اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے۔ ہم یوں نہیں کہیں گے کہ ہاتھ کا معنیٰ قدرت ہے، نہ ہی یہ کہیں گے کہ سمع وبصر سے مراد علم ہے، نہ ہی ہم ان صفات کو اعضا قرار دیں گے اور نہ ہی ہم ان صفات کو ان ہاتھوں، کانوں اور آنکھوں سے تشبیہ دیں گے، جو کہ اعضا اور فعل کے آلات ہیں۔ بلکہ ہم کہیں گے کہ ان صفاتِ باری تعالیٰ کا اثبات واجب ہے، کیونکہ ان کے بارے میں نصوص وارد ہوئی ہیں اور ان صفاتِ باری تعالیٰ سے تشبیہ کو ختم کرنا بھی واجب ہے، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾(الشوری : ١١) (اس جیسی کوئی چیز نہیں) ، نیز فرمایا: ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾(الاخلاص : ٤) (اور اس کا کوئی ہمسر نہیں)۔''

(سير اعلام النبلاء للذهبي : ١٨/٢٨٤، وسندهٗ صحيحٌ)

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net

:: www.ircpk.com, www.ahlulhadeeth.net